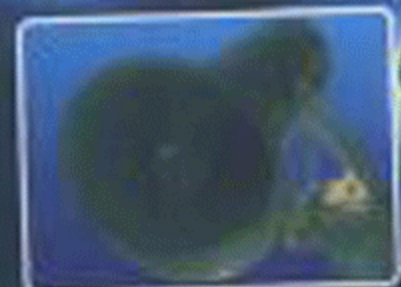


قرآن و سنت کی روشنی میں جدید مسائل کا حل



جدید مسائل کے شرعی احکام

مفت
مدرسہ اہل سنت میں شیخ الحدیث مفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی
مدظلہ العالی

تقریب
فاضل فہمیل عام ہسٹل علامہ مفتی م
محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

پیشہ
محمد اویسی رضوی

ناشر: بزم اویسی رضویہ کراچی

جدید مسائل کے شرعی احکام

حضور فیض ملت، مفسر اعظم پاکستان، شیخ التفسیر والحديث، آفتاب اہل سنت،
الحافظ القاری حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سرکارِ نبی ﷺ کا نام مٹانے والوں کی شرعی سزا

سوال

قرآن وحدیث سے ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے کہ جو حضور ﷺ کے نام مبارک کو مٹا دے اور اسلامی تعزیرات میں نام مقدس مٹانے والے کی کیا سزا ہے؟

الجواب بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق والصواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

رسول اللہ ﷺ کی طرف ہر منسوب شے شعائر اللہ میں داخل ہے اور آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم میں معمولی تساہل کفر و ارتداد ہے۔ اس بارے میں تعزیرات اسلامیہ (اسلامی سزائوں) کی جزئیات ان گنت ہیں۔ سلف و صالحین نے اس موضوع پر سینکڑوں تصانیف لکھیں اور فیصلہ فرمایا کہ اس بارے میں معمولی تساہل کرنے والے کی گردن اڑادی جائے کیونکہ وہ نہ صرف مرتد ہے بلکہ فتنہ پرداز ہے۔ تعزیرات اسلامیہ کی صرف ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ”مواہب اللدنیہ مع زر قانی“ ج ۵ ص ۳۱۵ میں ہے

ان سبہ ای شتمہ أو تنقصه بأن وصفه بما يعد نقصاً عرفاً قتل بالاجماع (۱)

یعنی بے شک وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کو گالی دی یا آپ ﷺ کی شان ارفع و اعلیٰ میں تنقیص کی (یعنی آپ ﷺ کی طرف اس چیز کی نسبت کی جس کو عرف عام اور عام محاورات میں تنقیص شمار کیا جاتا ہے) تو ایسے شخص کے متعلق امت مسلمہ کے تمام علماء کا اجماع اور اتفاق ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

فائدہ

حضور نبی پاک ﷺ کا نام نامی اسم گرامی مٹانا بہت بڑی تنقیص ہے یہی شرع پاک کا حکم ہے یہی عرف کا تقاضا ہے کیونکہ پاکستان میں جناح و اقبال کی تنقیص و تحقیر سے گستاخ و بے ادب، گردن زدنی کا حکم پاتا ہے تو جس ذات پہ کروڑ ہا بڑی سے بڑی شخصیات کو قربان کیا جائے ان کے گستاخ اور بے ادب کو کیوں معاف رکھا جائے؟ کاش ہمارے ہاں حقیقی شرعی تعزیرات کا اجراء ہوتا تو ایسے گستاخ اور بے ادب اتنے نڈر و بے باک نہ ہوتے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويسی رضوی غفر له

سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) شرح الرزقانی علی المواب، المجلد ۵، کتاب فی المعجزات و الخصائص، القسم الرابع، منها ان من سبه تقتل، صفحہ ۳۱۵، مطبعة بالمطبة
الأزهرية المصرية، الطبعة الأولى ۱۳۲۶ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

جہاز کے سفر کے دوران احرام کیسے باندھا جائے؟

جواب

چونکہ (اسلام آباد، لاہور، ملتان یا کراچی سے ہوائی جہاز پر سوار ہوں تو) میقات راستہ میں پڑتا ہے اور جہاز میں اس (میقات) کا پتہ نہیں چلتا اسی لئے جہاز میں بیٹھنے سے پہلے ہی احرام باندھ لیا جائے۔

اگرچہ ہمارا میقات یلملمہ ہے لیکن ہوائی جہاز پر معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہے اور کب آئے گا؟ اسی لئے ہوائی جہاز والوں کو گھر سے یا کراچی ایئرپورٹ سے احرام باندھ لینا چاہیے۔

بعض احرام کی نیت کر لیتے ہیں لیکن احرام کے کپڑے سامان میں چلے جاتے ہیں پھر وہ جدہ پہنچ کر احرام باندھتے ہیں اس طرح سے دم لازم آجاتا ہے اس کی صورت یوں ہے کہ احرام نہیں باندھا تو نیت یوں کر لے کہ میں جدہ جا رہا ہوں وہاں جا کر ہی عمرہ کا پروگرام بناؤں گا اس طرح سے دم لازم نہ ہوگا۔

بعض حضرات احرام باندھ لینے کے بعد گپ شپ یا فضول گفتگو میں وقت گزارتے ہیں چاہیے یہ کہ اب لبیک کی کثرت کی جائے یا کوئی اور ذکر و زبان ہو بالخصوص صلوٰۃ و سلام کثرت سے پڑھا جائے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

اُڑتے ہوئے ہوائی جہاز میں وضو کیسے کریں اور اگر نماز کا وقت ہو جائے تو نماز کیسے پڑھیں؟

جواب

جہاز میں پانی کا تو انتظام ہوتا ہے مگر نل ایسے ہوتے ہیں جن کو دبانے سے پانی نکلتا ہے لہذا وضو میں کافی دشواری ہوتی ہے اس لئے یا تو کسی کا تعاون حاصل کریں تاکہ وہ نل کو دبائے اور آپ دونوں ہاتھوں میں پانی لے کر آسانی سے وضو کر سکیں یا پھر سفر میں لوٹا اپنے ساتھ رکھیں۔
اُڑتے ہوئے جہاز میں اگر وقت جانے کا خطرہ ہے تو جس طرف قبلہ کا رخ معلوم ہو سکے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیں پھر منزل مقصود تک پہنچنے کے بعد جہاز میں ادا کردہ نماز کی قضاء کریں اور اگر وقت نکل جانے کا خوف نہ ہو تو جہاز سے اتر کر اطمینان اور تسلی سے نماز پڑھیں۔
اور جہاز میں نہ سمت صحیح نہ استقرار اسی لئے وقت پر جہاز میں نماز پڑھ لی جائے پھر جہاز سے اترنے کے بعد اس کا اعادہ ضروری ہے۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ”تحفۃ الاخيار فی السفر و اقطار“ میں دیکھئے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويبي رضوي غفر له

سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

السلام وعلیکم ورحمة اللہ، مزاج گرامی!

سوال نامہ ڈنمارک سے موصول ہوا ہے اگر جواب عنایت فرمادیں تو ادارہ اس کرم پر مشکور ہوگا۔ والسلام

نعیم احمد رضوی آفس سیکرٹری

ورلڈ اسلامک مشن پاکستان ۵۰۲-۵۰۳

ریجنی مال شاہراہ عراق صدر ۷۴۰۰ کراچی ۰۳

سوال

اسلام میں کثیر الازوجی (POLYAMY) کی اجازت کیوں ہے اور (POLYANDRY) یعنی عورت کے لئے بیک وقت زیادہ شادیاں کیوں منع ہیں؟ اگر مسئلہ اولاد کی شناخت کا ہے تو یہ خون کے ایک سادہ سے ٹیسٹ سے حل کیا جاسکتا ہے عورتیں بھی چار شادیوں کا مطالبہ کریں تو ان کو مطمئن کرنے کے کیا دلائل ہیں عورتوں میں انصاف رکھنے کا تصور ہی ہے یا عملی صورت بھی؟

جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اسلام کے نام لیواؤں اور اس کے عشاق کا کام ہے کہ جو شاہراہ حضور بانی اسلام ﷺ نے بتادی ہے اس میں اپنی نجات سمجھیں اور بس عقل و فہم میں آئے یا نہیں۔ اس لئے کہ "عاشقان ابد لیل چہ" یعنی عاشقوں کو دلیل سے کیا کام۔

ہاں! اسلام کا مخالف اور دشمن اس نے تو ماننا ہی نہیں پھر عقلی گھوڑے دوڑانے کا کیا فائدہ۔ البتہ خالی الذہن شخص اچھی بات سن کر اس کی اچھائی قبول کرنے میں اپنی عافیت سمجھتا ہے اس کے لئے ہم بھی اپنی استعداد کے مطابق افہام و تفہیم (سمجھانے) کی جدوجہد کرتے ہیں ورنہ نظام اسلام کا ہر شعبہ ہمارے وہم و فہم سے بالاتر ہے۔ فقیر آپ کے سوالات کے مختصر جوابات بھیج رہا ہے خدا کرے بجاہ حبیبہ الکریم ﷺ۔ فقیر کی محنت رنگ لائے۔

کثرتِ ازواج

یہ تو اسلام کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ مذہب اسلام ایک نہایت ہی ستھر اوپاکیزہ دین ہے جو بے حیائی اور بُری باتوں کا سخت مخالف ہے ارشادِ ربانی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ^۱ (پارہ ۸، سورۃ الاعراف، آیت ۲۸)

بے شک اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

اور ارشاد فرمایا کہ

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (پارہ ۲۱، سورۃ العنکبوت، آیت ۴۵)

بے شک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔

اللہ تعالیٰ نے زنا کو جو حرام فرمایا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ نسب محفوظ رہ سکے ورنہ پتہ ہی نہ چل سکے گا کہ بچہ کس کا ہے اور ابوت (باپ ہونے) کی نسبت کس کی طرف کی جائے اور کس کی طرف نہیں؟ اگر ایک عورت سے متعدد مردوں کا نکاح جائز ہو سکتا تو وہی قباحت یہاں بھی ہوتی نتیجتاً یہ پتہ نہیں چل سکتا

کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ اور انسان کے لئے سب سے بڑی بے عزتی یہی ہے کہ وہ ولد حرام کہلائے۔ اسلام کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے انسان کو ایسی بڑی ذلت سے بچایا۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کچھ عورتوں نے اتفاق کر کے چار چرب زبان (**شیریں زبان**) عورتوں کو اپنا نمائندہ منتخب کیا کہ وہ جا کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کریں کہ امیر المومنین! جب ایک وقت میں ایک مرد چار عورتیں رکھ سکتا ہے تو ایک عورت چار مرد کیوں نہیں رکھ سکتی؟ اسلام ایک عادل مذہب ہے کیا یہ عورتوں پر ظلم نہیں کرتا؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی شرارت کو بھانپ لیا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبانی کلامی جواب دینے کے بجائے ایک صاف شیشی منگوائی اور چاروں عورتوں کو الگ الگ پانی دے کر فرمایا اپنا اپنا پانی اس میں ڈالو۔ جب وہ تعمیل ارشاد کر چکیں تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اپنا اپنا پانی پہچانو! انہوں نے اچنبھے (**حیرانگی**) سے کہا یا امیر المومنین! پانی کی ہیئت تو ایک ہی طرح ہے اور اس کی مابیت بھی ایک تو اس کا پہچانا کیوں کر ممکن ہو گا؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بس یہیں ٹھہر جاؤ۔ مادہ منویہ کی ہیئت بھی ایک ہی طرح کی ہوتی ہے اور اس کی مابیت بھی ایک ایسا نہیں کہ کالے مرد کا مادہ تولید کالا اور گورے مرد کا مادہ سفید ہو تو جس طرح ایک شیشی میں اپنے اپنے پانیوں کی شناخت کرنا محال ہے اسی طرح جب ایک رحم کے اندر متعدد آدمیوں کی منی جمع ہوگی جس سے استقرارِ حمل (**حمل قائم**) ہو گا پھر جب بچہ پیدا ہو گا تو اس کی پہچان بھی ناممکن اور اس کی نسبت کا تعین محال ہو جائے گا بات معقول تھی سب عورتوں کی سمجھ میں آگئی اور وہ خوش خوش لوٹ گئیں۔

ازالہ وہم

یہ تصور کہ اگر مسئلہ اولاد کی شناخت کا ہے اور یہ تو خون کے ایک سادہ سے ٹیسٹ سے حل کیا جاسکتا ہے؟ یہ بھی غلط ہے کہ یہ عارضی بھی ہے اور ہمہ گیر بھی نہیں اس لئے کہ اس سے تو قیافہ (**ایک علم جس میں خدوخال اور علامات سے شی کو پہچان لیتے ہیں**) مضبوط اور دائمی ہونے کے علاوہ ہمہ گیر بھی ہے کہ قیافہ دان ہر دور اور ہر جگہ مل جاتے ہیں۔ اس میں نہ علم کی ضرورت اور نہ ہی دنیاوی دولت خرچ کرنی پڑے لیکن اسلام نے اسے بھی قبول نہیں کیا تو ٹیسٹ غریب کو کون پوچھے؟ جب کہ عارضی ہے بایں معنی کہ عمر اور صحت و مرض اور اوقات اور علاقہ جات اور غذا ہو اسے اس میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے علاوہ ازیں ٹیسٹ کا دور اب شروع ہوا ہے وہ بھی پڑھے لکھے لوگوں میں اور وہ بھی بہت زیادہ تعلیم کے بعد کسی قسمت والے کو کچھ سمجھ میں آجائے تو ورنہ اکثر ایسی تعلیم پر جائیداد لٹانے کے باوجود اسی طرح کورے کورے اور اسلام کی تعلیمات ہمہ گیر ہونے کے علاوہ عارضی نہیں دائمی، علاقائی نہیں ہر جائی ہیں کہ ہر زمان و مکان اور ہر ایک امیر و غریب کو کام آسکیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (پارہ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵)

اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا

اور شادی کا اصل مقصد اولاد ہے اور پھر اس کی عزت و وقار اور بھی زیادہ اہم ہے اور اس کا تحفظ جتنا مضبوط طریقے سے اسلام نے فرمایا ہے اس کے علاوہ اور کسی دین میں نہ ملے گا اس کے علاوہ بھی فقیر مزید دلائل قائم کر سکتا ہے اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ مزید تفصیل و تحقیق اپنی تصنیف ”کثرۃ الازواج“ میں لکھ دی ہے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويبي رضوي غفر له

سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سوال

عجیوں کے مقرر کردہ مؤذن جس طرز و انداز پر اذانیں دیتے ہیں کیا ان مؤذنین کی سُر تال پر ادا کردہ اذانیں اہلسنت کے آئمہ عظام کو جائز ہیں؟ فقیر نے ان مؤذنین سے عرض کیا کہ

”من تشبه بقوم فهو منهم“

یعنی جو جس قوم کی مشابہت کرتا ہے وہ اُن ہی میں سے ہے۔

اگر ہم سعودی مؤذنین کی طرز پر اذانیں دیں گے تو ہم انہی میں سے شمار ہوں گے۔ ازراہ نوازش فرمائیں کہ سعودی مؤذنین کی طرز اور سُر تال پر اذانیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو ہم کس عقوبت (عذاب) کے سزاوار ہوں گے؟

عبدالنبی النور، عبدالکریم معذور، ساکن کھر وڑیکا وارڈ نمبر ۲ ضلع لودھراں

جواب

وہ سُر تال جس میں حروف میں زیادتی اور نقصان پیدا ہو جائے کہ اس سے معنی میں تبدیلی ہونا جائز ہے ورنہ جائز۔

تشبہ وہ ناجائز ہے جو کہ کسی گروہ کا خاص شعار ہو جبکہ اذان عربی عجیوں کا شعار نہیں بلکہ تمام عرب اسی طرح اذان پڑھتے چلے آ رہے ہیں یہاں تک کہ اب کے مؤذن سے پہلے بخاری صاحب مؤذن کو اذان سے اسی لہجہ کی وجہ سے ہٹایا اسی لئے یہ عجیوں کا شعار نہیں عربوں کا ہے اگر کسی علاقہ میں گمراہی کا خطرہ ہو کہ عوام صرف اور صرف اسی لہجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں تو ایسے مخصوص علاقہ کے مؤذنین کو احتراز لازمی ہے ورنہ جس قدر لوگ صرف اور صرف اسی وجہ سے گمراہ ہوں گے اس کا گناہ اسی مؤذن پر ہوگا۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويبي رضوي غفر له

سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

سوال

ٹیلی ویژن، وڈیو دیکھنا کیسا ہے؟

جواب

ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں لہو و لعب کے علاوہ فحش تصاویر وغیرہ ہوتی ہیں اگر کوئی صرف اسلامی امور کو دیکھنے کا بہانہ بناتا ہے تو وہ بھی غلط ہے اس لئے کہ جو آلہ لہو و لعب کا ہو اس سے کسی اسلامی امر کا بہانہ بنانا صحیح نہیں ہے اس لئے فلم جج کا دیکھنا بھی ممنوع قرار دیا گیا اس لئے کہ فلم آلہ لہو و لعب ہے تو پھر اس پر جج کے بہانے کیسے؟ ایسے ہی ٹیلی ویژن ویڈیو عموماً لہو و لعب اور فحش وغیرہ کے لئے مستعمل ہوتے ہیں اس اعتبار سے انہیں دیکھنا ممنوع ہے اور تصاویر وغیرہ جب شرعاً ممنوع ہیں تو پھر ممنوع کسی جائز ارادہ سے جائز نہیں ہو جائے گا۔ فقیر کا اس موضوع پر ایک ضخیم رسالہ ہے بنام ”ٹیلی ویژن دیکھنا کیسا؟“ (مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز، کراچی) اس کا مطالعہ فرمائیں۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويسى رضوى غفر له

۲۳ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

سوال

کیا اللہ تعالیٰ کو عاشق کہنا جائز ہے بعض شعراء کے کلام میں وارد ہوا ہے؟

جواب

دورِ حاضرہ میں الحمد للہ نعتِ خوانوں اور شعراء کی بہتات (کثرت) ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کی شان بلند و بالا کے لئے بہت اسباب بنائے ہیں لیکن جو نعتِ خواں اور شعراء حدودِ شریعہ سے چھلانگ لگا رہے ہیں انہیں اپنی عاقبت بخیر (حسنِ آخرت) کی فکر کرنی چاہیے۔

داڑھی منڈوانا اور اشعار لکھنا اور دنیاوی لالچ میں صرف اسی کو پیشہ بنانا بجائے فائدے کے خود کو مجرموں میں شامل کرنا ہے اگر صرف اور صرف رضائے خدا و مصطفیٰ (ﷺ) مد نظر ہو تو سیدنا حسان رضی اللہ عنہ اور دیگر مداحین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھنا نصیب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ پر لفظِ عاشق کا اطلاق ناجائز ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور ﷺ کو معشوق کہنا کیسا ہے؟

اس کے جواب میں آپ قدس سرہ فرماتے ہیں ناجائز ہے کہ معنیِ عشق، اللہ تعالیٰ کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ بے وُرد ثبوت شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی ہے۔ (۱)

لَوْ قِيلَ أَنَا عَشِقُ اللَّهَ أَوْ يَعْشِقُنِي فَمُبَدَعٌ

یعنی اگر کہا جائے کہ میں اللہ کا عاشق ہوں یا کہے میں اللہ تعالیٰ کا معشوق ہو تو ایسا شخص بدعتی ہے۔

چونکہ زَمَخْشَرِی معتزلی بد مذہب ہے اس کا مذہب جواز کا ہے اگر کسی سنی شاعر کو اس بد مذہب کے ساتھ قیامت میں اٹھنے کا شوق ہو اور اس کا مذہب پیارا لگتا ہو تو بے شک کہے دورِ حاضرہ میں کچھ شعراء جاہل ہونے کے ساتھ ساتھ ضدی بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ عشق لفظِ محبت کے معنی میں ہے جب اللہ تعالیٰ کے لئے لفظِ محبت و حُب بولنا جائز ہے تو پھر اس لفظِ عشق کیونکر ناجائز ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہی دلیل اسی بد مذہب زَمَخْشَرِی نے دی تھی میں سمجھتا ہوں کہ یہ دلیل ایسے شاعروں کے دلوں میں ابلیس نے ڈالی ہے ورنہ ان جاہلوں کو کیا معلوم کہ زَمَخْشَرِی کون تھا

زَمَخْشَرِی کی دلیل

زَمَخْشَرِی نے تفسیرِ کشاف میں بطور دلیل لکھا ہے کہ

ثم اذا ثبت اجراء محبة العبد لله تعالى على حقيقتها لغة فالمحبة في اللغة اذا تأكدت سميت عشقاً الخ يعني

جب اللہ تعالیٰ پر لغت میں حقیقی معنی پر محبت کا اطلاق جائز ہے تو عشق بھی جائز ہے کیونکہ محبت زیادہ موکدہ ہو تو وہ عشق ہی ہے۔

بہر حال! ہمارے علماء و احناف و شوافع وغیرہم (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے اس لفظ کے اطلاق کی سخت مخالفت فرمائی ہے اس کے رد میں تصریح ہے چنانچہ ”الانتصاف“ میں علامہ احمد بن محمد بن المنیر نے زَمَخْشَرِی کی خوب خبر لی اور اس اطلاق کا انکار استاذ الحرمین علامہ ابن حجر مکی (قدس سرہ) (الاعلام) سے بھی منقول ہے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

۱۹ شوال المکرم ۱۴۱۵ھ / سیرانی مسجد بہاول پور

(۱) فتاویٰ رضویہ، مع التخریج، جلد ۲۱ کتاب الخطر والاباحۃ، باب اعتقادات وسیر، صفحہ ۱۱۴، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سوال

تمام حلال جانوروں کی اوجھڑی کھانا کیسا ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ”ملفوظات“ میں اوجھڑی کو صرف مکروہ لکھا ہے۔ مفتی جلال الدین امجدی صاحب ”فتاویٰ فیض الرسول“ میں مکروہ تحریمی لکھتے ہیں۔ جامعہ رضویہ فیصل آباد کے مفتی محمد اسلم صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صرف مکروہ لکھا ہے جس سے مکروہ تنزیہی مراد ہے اور جامعہ مظہر الاسلام بریلی شریف کے مفتی محمد ہاشم یوسفی کا فتویٰ بھی دیکھا جس میں انہوں نے بھی مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ انہوں نے ”کفل الفقہیہ“ کا حوالہ بتایا کہ فقہاء جس چیز کو صرف مکروہ فرمائیں وہ تحریمی ہے ہمارے علاقے کے لوگ کہتے ہیں کہ ہم عرصہ دراز سے اوجھڑی کھا رہے ہیں آج تک کسی نے حرام نہیں کہا آپ برائے کرام واضح فرمائیں کہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

دعا گو: مراد علی نقشبندی قادری فخر آباد، فیصل آباد

جواب

عزیز محترم! سلام، فقیر اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر مختصر عرض کر رہا ہے خدا کرے کہ سمجھ آجائے۔ بات وہی صحیح ہے جو مفتی جلال الدین امجدی صاحب اور مفتی محمد ہاشم یوسفی صاحب نے لکھی ہے کہ اوجھڑی کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ مفتی محمد اسلم صاحب کا اجتہاد درست نہیں ان کا رد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حوالہ جات سے مفتی جلال امجدی صاحب نے اپنے فتاویٰ میں لکھ دیا ہے (۱) مزید تردید کی ضرورت نہیں ہے عوام کا اعتراض بجا ہے لیکن سابق ادوار پر نظر دوڑانے سے واضح ہو گا کہ بہت سے مسائل کراہت کی زد میں ہوتے ہیں علماء کرام سے عوام پوچھنے کی زحمت نہیں کرتے جب وہ عام مروج ہو جاتے ہیں تو کسی عالم دین کے انتباہ پر عذر نامعقول کرتے ہیں پھر بعض قلیل المطالعہ علماء بھی ان کا ساتھ دینے لگ جاتے ہیں اس پر سخت نزاع تک نوبت پہنچ جاتی ہے یہ بات نہ صرف اوجھڑی میں ہے بلکہ پہلے بھی بہت سے مسائل میں عوام کے ایسے اعتراض سننے میں آئے مثلاً اذان جمعہ خطیب کے سامنے ہو، اعلیٰ حضرت نے فرمایا مسجد کے باہر ہو لیکن فضلاء دیوبند بلکہ خود بعض علمائے اہلسنت نے نہ صرف اختلاف کیا بلکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر سنگین مقدمہ کھڑا کر دیا جو ایک عرصہ تک شاہ بریلی شریف گورنمنٹ برطانیہ کی پکڑ دھکڑ کا نشانہ بنے رہے یہ تو

"دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست"

(یعنی دشمن کیا کرے جب دوست مہربان ہو جائے)

کا کرشمہ ہوا کہ اُلٹا اس دوران امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے اعزاز و اکرام میں اضافہ ہوا اور نہ صرف گورنمنٹ برطانیہ رسوا ہوئی بلکہ آپ قدس سرہ کے حاسدین کو بھی منہ کی کھانی پڑی شاید امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے انہی حوادث کے پیش نظر کہا ہے۔

بندہ ہے تنہا شہا تہم پہ کروڑوں درود

اک طرف اعدائے دین اک طرف ہیں حاسدین

اس کی مکمل تفصیل فقیر اُسی غفرلہ نے ”شرح حدائق بخشش“ جلد ۵ (مطبوعہ مکتبہ اُویسیہ رضویہ، بہاول پور) میں عرض کی ہے۔ کچھ یہی حال بیٹھ کر اقامت سننے کا ہے جب کہ وہابی غیر مقلدین اور دیوبندی تاحال مخالف ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے احادیث اور فقہائے احناف کی تصریحات سے مسئلہ واضح فرمایا ہے۔

فقیر اویسی غفرلہ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے فیض سے رسالہ ”الفلاح“ (مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور) لکھا ہے اور بار بار چھپا اور چھپ رہا ہے لیکن بہت سے بوڑھے سنی اور نیم خواندہ نمازی یہی کہتے ہیں کہ ۵۰ سال سے ہم کھڑے کھڑے اقامت سنتے آئے ہیں۔ وقت کی قلت کے پیش نظر اتنا ہی کافی ہے اس موضوع کو فقیر درجنوں صفحات تک لے جاسکتا ہے صرف مصروفیات کی بناء پر اتنا لکھ دیا ہے اور اہل فہم کے لئے اتنا بھی کافی ہے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۲۰ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ / سیرانی مسجد بہاولپور

(۱) فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم، کتاب الذبح، ص ۴۳۲، مطبوعہ شبیر برادرزادہ پور۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کیا بکثرت عمرے کرنا بدعت ہے؟

جواب

الحمد للہ ہم بکثرت عمرہ کرنے کو عظیم سعادت سمجھتے ہیں اس ذریعے سے بارگاہ حبیب خدا ﷺ میں حاضری بھی نصیب ہو جاتی ہے یوں سمجھیں کہ ہماری اصلی غرض تو حاضری طیبہ ہے عمرہ کی سعادت بھی ساتھ ہی نصیب ہو گئی۔

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے

کسی پنجابی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے

حج دے بہانہ لے دیکھن سوھنے دا گھر آئیاں

یعنی حج تو ایک سبب بن گیا ورنہ اصل مقصد تو حبیب خدا کے روضہ اقدس کی زیارت ہے۔

فقیر اس بہانے کئی حج اور عمرے کر چکا ہے اور آئندہ بھی زندگی بسر ہوگی تو اسی دُھن میں انشاء اللہ۔ حضرت حاجی خواجہ غلام فرید قدس سرہ نے فرمایا ہے

دم جنیدیں کر سول پھیرے

کیوں و سرن یار دے ڈیرے

یعنی محبوب کی قیام گاہ میں کیسے بھول سکتا ہوں زندگی بھر بار بار حاضر ہوتے رہیں گے یا پھر مستقل طور پر یہاں کی اقامت اختیار کریں گے

ہمارے دور میں بعض عناصر کثرت سے عمرے کرنے کو بدعت کے کھاتے میں ڈال رہے ہیں اور دلیل وہی پرانی ہے کہ بکثرت عمرے کرنا حضور ﷺ اور صحابہ سے ثابت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کا یہ قاعدہ عام ہے اور سراسر غلط ہے اور اگر ان کا یہ قاعدہ تسلیم کر لیا جائے تو دین کے ہزاروں مسائل کو خیر باد کہنا پڑے گا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف ”بدعت ہی بدعت“ (مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز، کراچی)

بکثرت عمرے کرنا شرعاً جائز بلکہ مستحسن ہے اس پر فقیر کا رسالہ ”کیا بکثرت عمرے بدعت ہیں؟“ کا مطالعہ فرمائیے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۴ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

دورِ حاضرہ میں ممبروں کو ووٹ دینا کیسا ہے؟

جواب

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ وقت نے ایک قلم عطا کرنے کی استدعا کی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلم تیار کر دی اس نے قلمدان میں رکھی جب وہ کہیں اٹھ کر گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلم اٹھا کر توڑ دی۔ واپس آکر پوچھا تو فرمایا کہ میں نے اسی لئے قلم توڑ دی کہ ممکن ہے تو اس سے کوئی غلط فیصلہ لکھے تو کل قیامت میں مجھ سے سوال ہو گا کہ یہی قلم تو نے دیا اور یہ گناہ پر معاونت ہے تو میں اس کا کیا جواب دوں گا۔

ایسے ہی ووٹ کے استعمال پر اگر یہ کام ممبر یا وزیر یا کوئی اور عہدہ سنبھال لیں اور اس میں غلط کام کریں تو اس کے ان جرائم میں ووٹ دینے والا بھی برابر کا شریک ہے۔

ووٹ انگریز کا دیا ہوا تحفہ (نحوست) ہے خود لفظ ووٹ اس کا شاہد (گواہ) ہے لیکن چونکہ ہمارے مسلمان عوام خود بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں طوعاً و کرہاً (اپنی مرضی سے یا زبردستی) اس لئے اس کے متعلق شرعی فیصلہ ضروری ہے۔

ووٹ

یہ بظاہر ایک پرچی ڈالنے کا نام ہے درحقیقت یہ جنت و دوزخ کا ٹکٹ ہے۔ صحیح استعمال کیا تو بہشت کی امید رکھی جاسکتی ہے اگر غلط سمجھ کر یہ پرچی ڈالی تو دوزخ میں جانا ہو گا کیونکہ گناہ کی حمایت بھی گناہ ہے ہاں! وہ معاف کر دے تو کریم ہے۔

دوزخ لے جانے والا ووٹ

جیسا کہ دورِ حاضرہ میں بڑے بڑے امیدوار دین سے دور اور بظاہر عوام کے خیر خواہ ہیں لیکن ازلی دشمن (الامشاء اللہ) ایک امیدوار بسا اوقات انتخاب کنندگان ووٹر کو دنیاوی لالچ دیتے ہیں ان کے ضمیر کی قیمت لگا کر انہیں خریدتے ہیں برادری، ذات پات کا واسطہ دیتے ہیں قرآن مجید خود بھی سر پر رکھ کر اعتماد دلاتے ہیں اور عوام کی جھولی میں ڈال کر قسمیں دلاتے ہیں۔ حالانکہ سو فیصد فراڈی آدمی ہیں بارہا انہیں آزمایا جا چکا ہے یا علاقائی لحاظ سے یا ویسے ہی بری شہرت سے اسے ووٹ دینا دوزخ کا ایندھن بننا ہے کیونکہ وہ کرسی لے کر جس قدر گناہ کرے گا وہ پہلے ووٹروں کے کھاتے میں ہوں گے گویا وہ مزے لوٹ گیا اور ووٹروں نے مفت کی سزا پائی۔

ووٹ کی شرعی حیثیت

(۱) امانت: ووٹ ایک مقدس امانت ہے۔ حضور اکا ارشاد ہے

ان المستشار موتمن (۱)

یعنی جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اسے ایک امانت سپرد کی جاتی ہے۔

جس نے خیانت کی اور صحیح مشورہ نہ دیا تو یہ ایک عظیم جرم ہے امانت اس کے اہل کے سپرد کرنا شریعت میں لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۵۸)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کرو۔

حدیث صحیح میں منافق علامات میں سے ایک علامت یہ بتلائی گئی ہے کہ

اذا وثمن خان (۲)

یعنی منافق کو جب امانت سپرد کی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ

لا ايمان لمن لا امانة له (۳)

یعنی جو شخص امانت کو صحیح طور پر ادا کرنے کا اہل نہ ہو اس کا ایمان کامل نہیں۔

(۲) شہادت: ووٹ دینا ایک شہادت ہے یا ووٹرز (رائے دہندگان) جسے ووٹ دیتے ہیں وہ درحقیقت اس کی اہلیت کی شہادت دیتے ہیں اور جھوٹی شہادت دینا مومن کی شان کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ (پارہ ۱۹، سورۃ الفرقان، آیت ۷۲)

اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

یہ آیت اس پر شاہد و صادق ہے۔ حدیث صحیح میں شرک کے بعد جھوٹی شہادت اور شہادت زور کو سب سے بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔ (۴)

(۳) زکیت کی سفارش: علاوہ ازیں ووٹ دینا ووٹر کی طرف سے اُمیدوار کی رکنیت کی سفارش کرنا بھی ہے اور کسی نااہل کی سفارش کرنا گناہ ہے حتیٰ کہ وہ نااہل کے گناہوں اور غلطیوں میں شریک رہتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا (پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۸۵)

جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے۔

بناء بریں کسی نااہل کو ووٹ دینا شرعاً گناہ کبیرہ ہے بالخصوص اُس وقت تو یہ جرم اور بھی عظیم ہو جاتا ہے جب کہ اس کے عوض رقم لی جائے اور ضمیر فروشی کی جائے یا عصیت قومیت (رشتہ داری) کا جذبہ کارفرما ہو ایسی رقم لینا رشوت ہے اور بتصریح احادیث نبویہ (۵) و اجماع اُمت رشوت لینا اور دینا سخت گناہ ہے یعنی حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور اس پر جو ان دونوں کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ (یعنی تینوں پر لعنت فرمائی)

اس لئے ابھی سے سوچ لیں کہ ووٹ لینے والے کو جس غرض سے ووٹ دو گے وہی پاؤ گے اگر کسی حیثیت سے وہ صحیح نہیں تو ووٹ دینے سے نہ دینا بہتر ہے اور ووٹ دینے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آپ کے حلقہ میں کوئی اُمیدوار ایسا ہو جس کے عقائد بھی درست ہوں اور اعمال بھی صالح ہوں اور پھر اس کا تعلق کسی ایسی جماعت سے بھی نہ ہو جس کے نظریات اہلسنت و جماعت کے خلاف ہوں۔

فقط عندی هذا الجواب واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

حرره الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۲۰ جنوری ۱۹۹۷ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) أخرجه الترمذی فی السنن فی الأذب، الحدیث رقم ۲۳۲۹، باب ان المستشار مؤتمن، وابن ماجہ فی السنن، فی الأذب، الحدیث رقم ۳۷۴۵، باب المستشار مؤتمن، واحد فی المسند ۴/۱۷۲ ونقله ولی الخطیب فی المشکاة، فی کتاب الآداب، الحدیث رقم ۵۰۶۲ (۱۰) باب الحذر والثانی فی الأمور۔

(۲) أخرجه البخاری فی صحیحہ فی الایمان، الحدیث رقم ۳۳، باب علامة المنافق۔

(۳) أخرجه أحمد فی المسند عن أنس، بلفظ لا ایمان لمن لا امانة له ولادین لمن لا عهد له ۳/۱۳۵، الحدیث رقم ۱۲۵۶۷۔

(۴) عن حریم بن فاتک قال صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صلاۃ الصبح فلما انصرف قام قائماً فقال عدلت شهادة الرور بالاشراک باللہ ثلاث مرلہ، أخرجه أبو داؤد فی السنن، فی الأقضية، الحدیث رقم ۳۵۹۹، باب شهادة الرور، وابن ماجہ، فی السنن، فی الأحکام، الحدیث رقم ۲۳۷۲، باب شهادة الزور، ونقله ولی الخطیب فی المشکاة، فی الامارۃ والقضاء، الحدیث رقم ۳۷۷۹ (۲۲)، باب الأقضية والشهادات۔

(۵) عن عبد اللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرثی، أخرجه أبو داؤد فی السنن، فی الأقضية، الحدیث رقم ۳۵۸۰، باب کراهیة الرشوة، والترمذی فی السنن، فی الأحکام وزاد فی الحکم الحدیث رقم ۱۳۳۷، باب ماجاء فی الراشی والمرثی الخ وابن ماجہ فی الأحکام، الحدیث رقم ۲۳۱۳، باب التغلیظ فی الخیف والرشوة، وأحمد فی المسند ۲/۱۶۲، وراہ احمد عن ثوبان فی المسند ۵/۲۷۹، والبیہقی فی شعب الایمان، الحدیث رقم ۵۵۰۳، وزاد الرشائش وقال الخطیب فی المشکاة، فی الامارۃ والقضاء، الرشائش یعنی یشی بینہما، الحدیث رقم ۳۷۵۴ (۱۱) باب رزق الولاۃ الخ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

سوال

(الف) کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور کے یہود و نصاریٰ پر اہل کتاب کا اطلاق درست ہے یا غلط؟

(ب) کیا ان کا ذبیحہ اور ان سے نکاح ان کے مسلمان ہونے بغیر جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) آج کل مشینوں کے ذریعہ جو مرغیاں ذبح کی جاتی ہیں جب ذبح کرنے والا آراچلتا ہے تو سامنے ایک مسلمان کھڑا ہو کر **بسم اللہ اللہ اکبر** پڑھتا ہے اور آڑے سے چوزوں اور مرغیوں کے گلے کٹتے رہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آرا اس رفتار سے چلتا ہے کہ دس بارہ چوزے، مرغیاں ایک بار گزر جاتے ہیں جس سے ہر چوزے، مرغی پر **بسم اللہ اللہ اکبر** پڑھنا مشکل ہے تو کیا اس صورت میں ذبح ہونے والے چوزے، مرغیاں، بھیڑیں، گائیں وغیرہ حلال ہوں گی یا حرام؟ بحوالہ جواب دیتے ہوئے ممنون فرمائیں نیز آرا (بلیڈ) مشین چلانے والا آپریٹر بھی عیسائی ہو اور اگر مسلمان ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

محمد صفدر علی سلیمانی، برطانیہ

الجواب بعون الملئك الوهأب اللهم هداية الحق والصواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

دورِ حاضرہ میں ہر مسئلہ کو خود بخود الجھایا جا رہا ہے ورنہ ہمارے اکابر ہر مسئلہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح طور پر لکھ گئے اور آنے والی نسلوں کے لئے اصول و ضوابط تحریر فرما گئے لیکن جو خود اپنا اجتہاد کرتے ہوئے ان اصولوں سے ہٹ کر اسلام کو بدنام کرے تو اس کی شومی قسمت ہے مذکورہ بالا سوالات کے جوابات حاضر ہیں۔

موجودہ دور میں جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہود و نصاریٰ وہ اہل کتاب نہیں جن کا ذکر قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں ہے ان کے اکثر دہریہ کمیونسٹ مرتد ہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان کی عورتیں مسلمانوں کو حلال ہیں بشرطیکہ وہ اہل کتاب رہیں۔ موجودہ عام انگریز اور دہریہ خدا کے منکر ہو چکے ہیں لہذا ان کا ذبیحہ حلال ہے نہ عورتیں بلکہ اب تو عام انگریز ذبح کرتے بھی نہیں نیز مسلمان عورت کا نکاح کتابی مرد سے حرام ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز

یہی سوال امام احمد رضا فاضل بریلوی و مجدد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۱۳۴۰ھ سے ہوا۔ ”یہ جو اکثر کتب دینیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ درست ہے تو آج کل یہود و نصاریٰ جو ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

امام احمد رضا فاضل بریلوی و مجدد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں ”شک نہیں کہ یہ نصاریٰ الوہیت و انبیت، عبد اللہ و ابن امتہ، سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام کی صاف تصریح کرتے ہیں جو نصاریٰ ایسے ہیں اور یوہی وہ یہود کہ انبیت عبد اللہ عزیر علیہ السلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے۔ جمہور مشائخ جانبِ حرمت گئے اور کہا گیا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور بکثرت محققین تحقیق جواز فرماتے ہیں یہی ظاہر الروایہ اور یہی اقویٰ من حیث الدلیل ہے۔ **وقد حقتناہ فی فتاوانا بما یتعین المرجعة الیہ** (اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کر دی ہے اس کی طرف مراجعت کی جائے) ”مستصفیٰ“ میں ہے **”فی مبسوط“** شیخ الاسلام یجب ان لا یأکلوا ذبائح اهل الكتاب اذا اعتقدوا ان المسيح اله وان عزیراً اله ولا یتزووا نساءہم وقیل علیہ الفتویٰ لکن بالنظر الی الدلائل ینبغی ان یمجوز الاکل والتزوج (یعنی شیخ الاسلام کی ”مبسوط“ میں ہے جب اہل کتاب کا عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اللہ ہے تو ان کے ذبیحہ کو مت کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور یوں اگر عزیر علیہ السلام کو الہ کہتے ہوں بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے لیکن دلائل کی روشنی میں کھانا اور نکاح کرنا جائز ہے۔) **در مختار** میں ہے **صح نکاح کتابیہ وان اعتقدوا المسیح الہاً و کذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحرہ** (یعنی کتابیہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح کے الہ ہونے کا عقیدہ رکھے یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں جائز ہے۔) مختصر اہاں کرہت میں شک نہیں کہ جب بے ضرورت کتابی خالص کے ذبیحہ کو علماء ناپسند فرماتے ہیں تو یہ بدتر درجے میں ہیں **”فتح القدیر“** میں ہے **یمجوز تزوج کتابیات والاولیٰ ان لا یفعل ولا یأکل ذبیحتہم الا للضرورة** (یعنی کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے ماسوائے ضرورت کے) **مجمع الاخر** میں ہے **النصاری فی زماننا یصرحون بالابنۃ قبحہم اللہ تعالیٰ وعدم الضرورة متحقق والاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتہم اختلاف العلماء کما بینا ہ فالأخذ بجانب الحرمة اولیٰ عند عدم الضرورة**۔

(یعنی یا ہمارے زمانے کے نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کی انبیت (یعنی بیٹا ہونے) کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے ضرورت بھی متحقق نہیں ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ضرورت نہ ہو تو حرمت کی جانب کو ترجیح ہے۔) یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں اور وقت ذبح خالص اللہ عزوجل کا نام پاک لیں۔ مسیح علیہ السلام کا نام شریک نہ کریں اگرچہ دل میں مسیح ہی کو خدا جانیں بالجملہ نہ قصد تکبیر چھوڑیں نہ تکبیر میں شرک ظاہر کریں ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ تو مسلمان کا بھی حرام و مردار ہوتا ہے چہ جائیکہ کتابی ”رد المختار“ میں ہے **لا تحل ذبیحۃ من تعدل ترک التسمیۃ مسلماً او کتابیاً لنص القرآن**۔ (یعنی قصد بسم اللہ کو ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں ہے وہ مسلم ہو یا کتابی قرآن کی نص کی بناء پر) ”در مختار“ میں ہے شرط **کون الذابح مسلماً او کتابیاً ذمیاً او حریباً الا اذا سمع منه عند الذبح ذکر المسیح**۔ (یعنی ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ذمی یا حربی ہونا شرط ہے ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے مسیح کا نام سنا جائے تو ناجائز ہے۔) ”رد المختار“ میں ہے **ولو سمع منه ذکر اللہ تعالیٰ لکنہ عنی بالمسیح قالو یوکل الا اذا نص فقال باسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثۃ (ہندیہ)** (یعنی اگر عیسائی سے اللہ تعالیٰ کا نام سنا لیکن اس سے مراد اس نے مسیح لیا تو فقہاء نے فرمایا کھالیا جائے ہاں اگر صراحتاً بسم اللہ جو کہ تین کا تیسرا ہے کہیں تو نہ کھائیں۔) (۱)

”نصرانی زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں۔ مرغ و پرند کا گلا گھونٹتے ہیں اور بھیڑ بکری کو اگرچہ ذبح کریں رگیں نہیں کاٹتے فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔“

مشاہدہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

آپ قدس سرہ اپنا مشاہدہ بھی اپنے فتاویٰ کی اسی جلد میں درج فرماتے ہیں کہ ”ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں پکتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا جسے وہ چالیس روپے کی خرید بتاتا تھا۔ مول لینا چاہا کہ گوشت درکار تھا نہ بیچا اور کہا جب ذبح ہو گا گوشت کا حصہ خرید لینا ذبح کیا تو گلے میں ایک کروٹ کو چھری داخل کر دی تھی رگیں نہ کاٹیں اس سے کہہ دیا گیا کہ اب یہ سوڑے ہمارے کسی کام کا نہیں بلکہ نصاریٰ کے یہاں صد سال سے ذبح شرعی نہیں۔ (۲)“

”فتاویٰ امام قاضی خان“ میں نقل فرمایا **النصرانی لا ذبیحۃ لہ واما یاکل ہو ذبیحۃ المسلم و یخنیق** (یعنی نصرانی کا ذبیحہ ہی نہیں وہ مسلمان کا ذبیحہ کھا لیتا ہے اور وہ جانور کا گلا گھونٹتا ہے) تو نصرانی زمانہ کا ذبیحہ ضرور حرام ہے یہود کا حال معلوم نہیں اگر ان کے یہاں بھی ترک تکبیر یا ذبح کی تغیر ہو تو حکم حرمت ہے ورنہ بے ضرورت ناپسندی و کراہت (۲) **واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم**۔

مضمون کو طوالت سے بچا کر اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ اکثر محققین ہر صدی میں یہی کہتے چلے آ رہے ہیں کہ نصاریٰ کے یہاں صد ہاں سے ذبح شرعی نہیں۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے امام قاضی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول اسی لئے نقل فرمایا کہ صد ہاں سے نصرانی ذبح کرتے نہیں جب ان کے ہاں ذبح شرعی نہیں تو پھر ان کا ذبیحہ کیسے حلال سمجھا جائے؟ اور تمام ادوار سابقہ میں تو انہیں مرتد دہریے کمیونسٹ بلکہ ہر مذہب سے آزاد کہا جا رہا ہے لیکن ہمارے دور میں انہیں خواہ مخواہ اہل کتاب میں شامل کر کے دین اسلام کے نام لیواؤں کو ورطہ حیرت میں ڈالا جا رہا ہے جب کہ ادوار سابقہ کی بانسبت ہمارا دور پرفتن ہے بلکہ وہی نصاریٰ دین سے ایسے منحرف ہیں کہ جن سے خود ان کے اپنے رہنما نالائ (ناراض) ہیں ادھر مسلمانوں کے بعض رہنماؤں کا یہ حال ہے کہ انہی بے دینوں اور کمیونسٹ، دہریوں کو کتابی بنا کر اہل اسلام پر زبردستی تسلیم کرانے پر مجبور کر رہے ہیں اور اسے اجتہاد کا رنگ دے کر ان کی ہر غلط بات کو اسلامی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ذبیحہ کتابی کا حکم

اگر واقعی شرعی اصول پر کوئی اہل کتاب ذبح کرتا ہے تو اس کے لئے بھی شرائط ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ (البتوفی ۱۳۶۷ھ) (۳) لکھتے ہیں کہ کتابی کا ذبیحہ اُس وقت حلال سمجھا جائے گا جب مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کیا اور ذبح کے وقت اگر حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہے تو جانور حرام ہے اور اگر مسلمان کے سامنے اس نے ذبح نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ کیا پڑھ کر ذبح کیا جب بھی حلال ہے لیکن امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے نصاریٰ کی لابیوں (بے پرواہیوں) اور دین سے دُوری کے سبب مطلقاً حرام قرار دیا اور اگر کوئی کتابی شرعی اصول کے مطابق بھی ذبح کرے تب بھی اس سے بچنے کا مشورہ دیا ہے لیکن ہمارے دور کے ٹیڈی مجتہدین اُلٹا ان بے دینوں، دہریوں، کمیونسٹ قسم کے آزاد خیالوں کو زبردستی اہل کتاب بنا کر حرام کو حلال ثابت فرما رہے ہیں۔

ذبح میں دوسری وجوہ

اگر صرف جانور کو قابو کرنے کے لئے معاونت کر رہا ہے تو پھر معاون پر **بسم اللہ اللہ اکبر** وغیرہ پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر یکجا ذبح کرنا ہے ہر مذبحہ جانور پر علیحدہ علیحدہ **بسم اللہ اللہ اکبر** کہنا ضروری نہیں ہے چنانچہ ”در مختار“ میں ایک صورت لکھی ہے کہ دو بکریوں کو نیچے اوپر لٹا کر دونوں کو ایک ساتھ **بسم اللہ** پڑھ کر ذبح کر دیا دونوں حلال ہیں۔ اہل کتاب کے متعلق دورِ حاضرہ میں کسی کو یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ واقعی اہل کتاب میں شامل ہے یا دہریہ، بے دین، آزاد خیال ہیں اگر کسی کو یقین ہو تو اس کا ذبح کرنا شرعی اصول مذکورہ بالا طور پر ہو تو ذبیحہ حلال ہے۔

صورتِ مسئلہ میں صرف مسلمان کے **بسم اللہ** پڑھنے سے ذبیحہ کی حلت ثابت نہ ہوگی جب تک کہ وہ خود ذبح کرنے والا نہ ہو گا۔ اگر ذبح کرنے والا اور ہے اور یہ صرف **بسم اللہ اللہ اکبر** کہتا ہے تو ذبیحہ حلال نہ ہو گا اس کی حلت کی صورت یوں ہو سکتی ہے کہ آرا چلانے والا مسلمان ہو اور جب وہ آرا چلائے تو **بسم اللہ اللہ اکبر** کہہ کر اور آرا بھی ایسا ہو جس میں چھری کی طرح کا آلہ فٹ کیا گیا ہو اور مرغیاں وغیرہ بھی بے ہوش ہونے کے بعد زندوں پر مشین چل جائے ایک ہی **بسم اللہ** پڑھنے پر متعدد ذبح ہو گئے تو حلال ہیں جیسے اوپر مذکور ہوا۔ یہ ان غیر مسلم ممالک کے متعلق مشکلات کی تسہیل کے لئے ہے ورنہ مسلمان ممالک کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ مشینوں کے محتاج بنیں لیکن افسوس ہے کہ ممالک اسلامیہ کے سائنسین اسلام کے دعویٰ کے باوجود مغربیت کی تقلید میں اسلامی اصول و طریقے ترک کر بیٹھے۔ پھر ان کی تیار کردہ تجویزوں کو اسلامی بنانے پر مجبور کیا جاتا ہے یہ درست ہے کہ اسلام میں تنگی نہیں لیکن یہ کہاں کا اصول ہے کہ اس کے اصولوں کو غیر مسلموں کے خیالات پر قربان کر دیا جائے۔

فقط عندی هذا الجواب واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

اپریل ۱۹۹۶ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) فتاویٰ رضویہ مع التخریج جلد (۲۰)، کتاب الذبائح، صفحہ ۲۳۶ تا ۲۳۸، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور۔

(۲) فتاویٰ رضویہ مع التخریج جلد (۲۰)، کتاب الذبائح، صفحہ ۲۳۹، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور۔

(۳) بہار شریعت جلد (۱۵)، صفحہ ۷۴، باب ذبح کا بیان، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

ٹیوب کے ذریعے جانوروں کے رحم میں مادہ منویہ ڈال کر اولاد پیدا کی جاتی ہے شرعاً یہ فعل کیسا ہے جب کہ سائنسی ترقی نے اس کو عملاً کر دکھایا ہے؟

جواب

یہ غیر فطری عمل ہے اور زکوٰۃ خلقی حق سے محروم کرنا ہے اس لئے اس کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ اس سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ مادہ کی نسل سے مانا جائے گا حلت و حرمت میں اس بچے کے وہی احکام ہوں گے جو اس کی ماں کے ہیں ”در مختار“ میں ہے **یحل اکل ذئب ولدته شاہ** (یعنی اس بھیڑ کا کھانا جائز ہے جسے بکری نے جنا ہے) ”شامی“ میں ”تحفۃ الاقران“ سے ہے **نتیجۃ الاہل والوحشی تلحق بالام علی المرتضیٰ ومثله فنتیجۃ المحرم مع المباح یا اخی فاعلم** یعنی اہل و وحشی جانوروں کا حلال و حرام ہونا ماں سے لاحق کیا جائے گا حلال جانوروں سے پیدا ہے تو حلال ورنہ حرام یہی پسندیدہ قول ہے ایسے ہی حرام جانوروں کا پیدا شدہ جانور مباح جانور سے پیدا ہو تو اس کا حکم اباحت کا ہے اے عزیز برادر اسے اچھی طرح جان لے۔

بہر حال بقانون مذکورہ صورتہ مسئلہ میں جانور کی حلت میں تو کوئی شک نہیں لیکن افسوس ہے کہ دورِ حاضرہ کے اسلام سے بے بہرہ مسلمان غلط طریقے اپنانے کے خوگر (عادی) ہو گئے ہیں نامعلوم انہیں کب ہوش آئے گا کہ وہ طریقے جو غیر مسلم اقوام، مسلم قوم پر مسلط کرنا چاہتی ہیں اس سے بچنا ضروری تھا لیکن آج کل مسلمان اس سے بچنے کی بجائے قدم آگے بڑھاتا جا رہا ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ہدایت دے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

اپریل ۱۹۹۴ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

ایک عورت کی شادی ہوئے کافی عرصہ ہو گیا ہے اولاد نہیں ہو رہی۔ شوہر بار بار طلاق کی دھمکی دے رہا ہے جب کہ عورت میں کوئی خرابی نہیں ایسی صورت میں اس عورت کی سہیلی نے اپنے شوہر کی ”منی“ کو لے کر ٹیوب کے ذریعے اس عورت کے رحم میں ڈلوادیا اس کو بچہ پیدا ہو گیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کسی عورت کے رحم میں غیر شوہر کی منی ٹیوب کے ذریعہ ڈلوانا اور اس کی سہیلی کا یہ تعاون کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اور جو اولاد ہوئی ہے شرعاً اس کی حیثیت ولد الزنا کی ہے یا ولد الحرام؟

جواب

یہ عمل انتہائی بے حیائی اور سخت حرام ہے کہ کسی مرد کے ”مادہ منویہ“ کو ٹیوب میں لے کر کسی غیر عورت کے رحم میں داخل کیا جائے بلا ضرورت شرعیہ عورت کا اپنی شرمگاہ میں سوائے اپنے شوہر کے آلہ تناسل کے کسی چیز کو داخل کرنا حرام و گناہ ہے۔ یہ استمناء بالید (ہاتھ سے منی نکالنے) کے حکم میں ہے اور یہ بحکم حدیث حرام ہے۔ حدیث میں ہے ”ناکح بالید ملعون“ (یعنی شرح کنزوعینی شرح بخاری والدراختار وغیرہ)

یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے والا (جسے **مشت زنی** کہا جاتا ہے) لعنتی ہے اور یہ حکم عام ہے مرد و عورت دونوں کے لئے نیز ”ید“ یعنی ہاتھ سے منی خارج کرنے یعنی **مشت زنی** کرنے کی بھی تخصیص نہیں۔ اس لئے یہ قید واقعی ہے کیونکہ عموماً استمناء (منی نکالنا) ہاتھ سے ہوتا ہے اس لئے ”ید“ فرمایا کسی طرح بھی استمناء (منی نکالنا) ہو علاوہ جماع کے خواہ ران میں رگڑ کر یا کسی اور طریقہ سے۔ اس لئے یہ حدیث اپنے اطلاق کے اعتبار سے ”ٹیوب“ کے ذریعے منی داخل کرنے پر بھی صادق آتی ہے۔ ”شامی“ میں ہے

كَمَا لَوْ انْزَلَ بِتَفْغِيزٍ اَوْ تَمْتِيزٍ عَلَى هَذَا فَلَوْ ادْخَلَ ذَكَرَهُ فِي حَائِطٍ وَنَحْوِهِ حَتَّى اَمْنَى اَوْ اسْتَمْنَأَ بِكَفِّهِ بِحَائِلٍ يَمْنَعُ النِّحْرَارَةَ يَأْتِمُ اَيْضاً وَيُدِلُّ اَيْضاً مَا قُلْنَا فِي الزَّيْلِيِّ حَيْثُ اسْتَدَلَّ عَلَى عَدَمِ جَلِهِ بِالْكَفِّ بِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ) إِلَّا عَلَىٰ اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (الآیۃ) (پارہ ۲۹، سورۃ المعارج، آیت ۲۸)

یعنی جیسا کہ اگر ران پر رگڑنے یا پیٹ پر رگڑنے سے انزال کیا اس پر اگر اپنے آلہ سناں کو دیوار یا اس کی مثل کسی چیز میں داخل کیا حتیٰ کہ منی نکل آئی یا اپنے ہاتھ سے (رگڑ) کر نکالی ایسے ہی کسی حائل سے جو حرارت کو روکنے والا تھا تو گناہ گار ہو گا اس پر وہ دلالت کرتا ہے جو ہم نے زیلعی میں کہا۔ جس طرح کہ انہوں نے ہاتھ کے ساتھ انزال کے عدل پر اللہ تعالیٰ کے فرمان (وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ) سے استدلال کیا ہے اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بی بیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کنیزوں سے۔

وقال فلم يجز الاستمتاع ای قضاء الشهوة بغيرهما یعنی جیسے کسی نے ران پر ذکر کے رگڑنے یا پیٹ پر رگڑنے سے منی خارج کی ایسے ہی اگر کسی نے ذکر دیوار وغیرہ پر رگڑا یہاں تک کہ منی خارج ہوئی یا ہتھیلی پر کسی ایسی شے سے جو حرارت کو حاصل ہے سے منی خارج کی تو گناہ گار ہو گا جو ہم نے کہا اس پر وہ دلیل بھی جو زیلعی میں ہے کہ اس میں استدلال قرآن کیا گیا ہے کہ ہاتھ سے منی خارج کرنا ناجائز ہے اس کا استدلال قرآن مجید کی ذیل آیت سے ہے (وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ) اور فرمایا نفع اٹھانا یعنی جماع صرف ازواج یا کنیزوں سے جائز ہو جب نہ ہوں تو پھر شہوت کا پورا کرنا ناجائز استعمال کرنے میں گناہ ہے۔ اگر عورت کو شہوت نہ ہو اور قضاء شہوت نہ ہو تو انعقاد جنین (حمل ٹھہرنا) محال ہے۔

کسی عورت کو یہ بھی جائز نہیں کہ کسی عورت کی شرمگاہ کو بلا ضرورت شریعہ دیکھے یا چھوئے اور ٹیوب استعمال کرنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ دوسرا کوئی مرد یا عورت استعمال کرتی ہے اور اگر بالفرض عورت نے خود ہی استعمال کر لیا ہو تو پہلی وجہ حرمت اپنی جگہ باقی ہے اور اس کی سہیلی اور سہیلی کا شوہر تینوں گناہ گار ہوئے، ہاں یہ اولاد ثابت النسب ہوگی اور اس کی مانی جائے گی جس کی زوجیت میں یہ عورت ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا ”الولد للفراش وللعاهر الحجر“ (۱) یعنی اولاد بستر والے کی ہے اور زانی کے لئے پتھر۔

صورتِ مسئلہ میں اگرچہ زنانہ سہی لیکن نطفہ تو غیر کا ہے افسوس ہے کہ دورِ حاضرہ میں جائز ناجائز کی طرف توجہ ہٹ گئی ہے نفسانیت کا غلبہ ہے یہی سوچا جاتا ہے کہ کام بن جائے خواہ فعل حرام اور ناجائز ہے۔ اولاد کی خواہش اچھی بات ہے لیکن وہ اولاد کس کام کی جس کی وجہ سے دوزخ میں جانا پڑے۔ دورِ حاضرہ میں یہ طریقہ عام ہوتا جا رہا ہے اس کے علاوہ دیگر غلط طریقے سے بھی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

مزید تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ ”ٹیٹ ٹیوب بے بی اور مسلمان“ (مطبوعہ فیض العلوم البنات، ضلع میانوالی) کا مطالعہ فرمائیں۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويسى رضوى غفر له

اپریل ۱۹۹۳ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) أخرجه البخاری فی صحیحہ، فی البیوع، الحدیث رقم ۲۲۱۸، بآب شراء المملوک من الحر بنی الخ، ومسلم فی صحیحہ، فی الرضاع، عن عائشة، الحدیث رقم (۱۴۵۷-۳۶) وعن ابی هريرة، الحدیث رقم (۱۴۵۸-۳۷)، بآب الولد للفراش و ابو داؤد فی السنن، فی الطلاق، الحدیث رقم ۲۲۷۳، ۲۲۷۴، بآب الولد للفراش، والترمذی فی السنن، فی الرضاع، الحدیث رقم ۱۱۵۷، بآب: ما جاء ان الولد للفراش، والنسأ فی السنن، فی الطلاق، الحدیث رقم ۳۳۸، ۳۳۹، بآب الحاق الولد بالفراش الخ، وابن ماجه فی السنن، فی النکاح، الحدیث رقم ۲۰۰۶، بآب الولد للفراش الخ، والدرمی فی السنن، فی النکاح، الحدیث رقم ۲۲۳۵، بآب الولد للفراش، ومالك فی الموطأ، الحدیث رقم ۲۲ من کتاب الاقضية، بآب القضاء بالحاق الولد بابیه، واحمد فی المسند ۶/۱۲۹۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ موجودہ دور کے ایک کامل بزرگ اپنے مریدین کے ہمراہ قافلے کی صورت میں اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں وہاں مزار پاک پر قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر اذکار میں مشغول رہتے ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

جواب

کامل بزرگ کا اپنے مریدین ومعتقدین کو لے کر کسی اللہ والے کے مزار پر قافلے کی صورت میں حاضری دینا قرآن وسنت کے عین مطابق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم کو لے کر حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے چنانچہ ارشادِ ربانی ہے

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِفَتْنِهِ لَا آتِبُكَ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا (پارہ ۱۵، سورہ الکہف، آیت ۶۰)

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں دو سمندر ملے ہیں یا قرونوں چلا جاؤں۔

لِفَتْنِهِ سے یوشع بن نون، بن افرام، بن یوسف علیہ السلام مراد ہیں۔ بندہ ولایت میں کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کسی کامل کے ہاں جا کر گھٹنے نہ ٹیکے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں تحقیقی قول یہ ہے کہ وہ ولی تھے اور خود حضور ﷺ ہر سال شہداء اُحد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے چنانچہ فتاویٰ شامی میں ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ

ان النبي يأتي قبور الشهداء بأحد على رأس كل حول (۱)

یعنی بے شک نبی ﷺ ہر سال شہداء اُحد کے مزارات پر تشریف لایا کرتے تھے۔

(ردالمختار علی الدر المختار، المجلد (۳) کتاب (۲) الصلوة، بآب (۱۹) صلاة الجنائزۃ الطلب، فی زیارة القبور)

اور مشکوٰۃ شریف (۱) میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا

كنت نهيتكم من زیارة القبور فزوروا (۲)

یعنی میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔

اس حدیث کی شرح میں امام محی الدین نووی (المتوفی ۷۶۷ھ) فرماتے ہیں

واجمعوا علی ان زیارتها سنة لهم (۳)

یعنی مزارات کی زیارت کرنا باتفاق علماء کرام سنت ہے۔

اور فتاویٰ شامی میں ہے

واما اولیاء فانهم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالیٰ ونفع الزائرین بحسب معارفهم واسرارهم (۴)

یعنی لیکن اولیاء اللہ تقرب الی اللہ اور زائرین کو نفع پہنچانے میں مختلف ہیں بقدر اپنے معارف و اسرار کے۔

اور مقدمہ شامی میں ہے امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

انی لا تبوک بابی حنیفۃ واجبی الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وسالت اللہ عند قبرہ فتقصی سربعا (۵)

یعنی میں امام اعظم ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر آتا ہوں اگر مجھے کوئی ضرورت پیش ہوتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو جلد ضرورت پوری ہوتی ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

کل من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ۔ (احیاء العلوم)

یعنی ہر وہ شخص جس سے اس کی زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے تو اس کے وصال کے بعد بھی اس سے مدد مانگی جاسکتی ہے۔

خود اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے مزار مبارک کی مجاورہ تھیں اور کلید بردار لوگ آپ رضی اللہ عنہا سے حجرہ کھلوا کر قبر انور کی زیارت کرتے تھے اور حضور ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے مزار پاک کی زیارت کے لئے بمعہ صحابہ تشریف لے گئے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال زار النبی قبر اُمۃ فبکی وابکی من حولہ (۶)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور اپنے ارد گرد والوں کو رولا دیا۔

یہ زیارت قبر انور کا واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا جب کہ حضور ﷺ کے ساتھ ایک ہزار صحابہ تھے۔

لہذا مذکورہ احادیث صحیحہ اور فقہائے عظام کے اقوال و اعمال سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہوا کہ تمام مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنا ثواب ہے اور ان کے مزارات پر دعا کرنا، نوافل پڑھنا جائز ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور ﷺ مدینہ منورہ سے تشریف لے جا کر شہداء کو اپنی زیارت سے مشرف فرماتے تھے۔

مزارات اولیاء کی زیارت کا انکار وہابیہ کو ہو تو بعید نہیں لیکن اہلسنت میں کسی کو بھی اس کا نہ انکار تھا نہ ہے۔ خواہ تنہا حاضری دی جائے یا قافلہ کی صورت میں البتہ اگر انکار یا اعتراض ہے تو دیگر مفاسد پر ہے مثلاً عورتوں کا سالباں پہن کر بھنگڑا ڈالنا اس پر اہل قافلہ کا تمسخرانہ صورت میں سفر طے کرنا، جھومر ڈالنا، ڈھول باجے لہو و لعب جیسی کیفیت پیدا کر دینا وغیرہ وغیرہ۔

ہاں عبورِ راہ کے دوران درود و سلام اور وردِ کلمہ طیبہ اہل قافلہ کی زبان سے جاری ہو اور منزل مقصود پر پہنچ کر لہو و لعب اور کھیل تماشا جیسے عام میلوں میں عوام کی عادت بن گئی ہے ترک کر کے محافلِ مواعظ، مجالس قرآن مجید اور درود و سلام قائم کر کے اوقات بسر ہوں اور بخاری شریف کا ختم مبارک بھی سونے پر سہاگہ ہے۔ ایسے ہی قافلوں کی واپسی کی کیفیت صوفیانہ ہو رندانہ (آزادانہ) نہ ہو۔ ایسے ہی فوٹو کشی یا فوٹو اپنے پاس رکھنا وغیرہ جیسے فتنج معاملات سے بچا جائے۔

اہل حق کے لئے مذکورہ دلائل کافی ہیں جب کہ منکرین کے لئے دفتر ناکافی ہیں۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويسى رضوى غفر له

کیم شعبان ۱۴۱۶ھ / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، الفصل الاول، عن بريدة، الحديث رقم ۱۷۶۲ (۱) والفصل الثالث عن ابن سعود، الحديث رقم ۱۷۶۹ (۸)

(۲) اخرجہ ابن ماجہ فی السنن، فی الجنائز عن ابی سعود، الحديث رقم ۱۵۷۱، باب ماجاء فی زیارة القبور، و اخرجہ مسلم فی صحیحہ، فی الجنائز عن بريدة الحديث رقم (۱۰۵-۹۷۷)، باب استئذان النبی ﷺ ربه الخ، و اخرجہ ابوداؤد فی السنن، فی الجنائز، الحديث رقم ۳۲۳۵، باب زیارة القبور، والنسائی فی السنن، فی الجنائز، الحديث رقم ۲۰۲۸، باب زیارة القبور، واحمد فی المسند ۲/۳۴۱، وابن شیبہ فی المصنف، فی الجنائز، الحديث رقم ۱۰۲، باب رقم ۱۴۵، من رخص فی زیارة القبور۔

(۳) شرح صحیح مسلم للنودی المجلد (۴) الجزء (۷) کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ ربه الخ، الحديث (۱۰۷-۹۷۷) صفحہ ۴۰، مطبعة: دار الكتب العلمية، بیروت، الطبعة الاولى ۱۴۲۱ھ-۲۰۰۰ء

(۴) رد المحتار علی الدرالمختار، المجلد (۳): کتاب الصلوة، باب صلاة الجنائز، مطلب: فی زیارة القبور، تحت قوله: وبزیارة القبور صفحہ ۱۷۸، مطبوعه: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الاولى (۱۴۲۰ھ-۲۰۰۰ء)

(۵) رد المحتار علی الدرالمختار، المجلد (۱) المقدمة، مطلب: یجوز تقلید المفضل الخ تحت قوله: سیما الانتصار، صفحہ ۱۳۵، مطبوعه: دار المعرفة، بیروت، الطبعة الاولى ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰ء۔

(۶) اخرجہ ابن ماجہ فی السنن، فی الجنائز، الحديث رقم ۱۵۷۲، باب ماجاء فی زیارة قبور الخ، والترمذی فی السنن، فی الجنائز بلفظ آخر، الحديث رقم ۱۰۵۳، عن بريدة وقال حديث بريدة حديث حسن صحيح، باب ماجاء فی الرخصة فی زیارة القبور، و ابوداؤد فی الجنائز، الحديث رقم ۳۲۳۴، باب زیارة القبور، والنسائی فی الجنائز، الحديث رقم ۲۰۳۰، باب زیارة قبر المشرک، واحمد فی المسند ۵/۳۴۱، ۲/۳۵۵۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے پیر و مرشد کا انتقال ۱۹۸۶ء میں ہوا جگہ میسر نہ ہونے کی وجہ سے سرکار پیر و مرشد کے لئے ایک پیر بھائی کے مکان میں سرکار کو دفنایا گیا چند برس گزرنے کے بعد وہاں سے سیم کا پانی نکلا جس کی وجہ سے دیواروں اور فرش جو کہ ماربل کا ہے سخت نقصان پہنچا۔ اب تعمیر شروع کرنے کے لئے گڑھا کھودا تو ایک فٹ پر دلدل کے آثار نمایاں ہوئے اور پانی زمین سے پھوٹ رہا تھا جس کی وجہ سے گڑھا پانی سے بھر گیا اور تعمیر میں حد درجہ مشکلات کا سامنا ہے اس کے علاوہ جس جگہ سرکار پیر و مرشد کو رکھا گیا ہے۔ وہ جگہ بھی بہت تنگ ہے اسی دوران سرکار نے کئی پیر بھائی اور بہنوں کو دیدار سے مشرف فرمایا اور واضح ہدایت فرمائی کہ مجھے یہاں سے منتقل فرمایا جائے۔ پیر بھائی، بہنوں کے علاوہ سرکار نے اپنے سجادہ نشین کو بھی یہی ہدایات

فرمانی لہذا آپ یہ فرمائیے کہ سرکار کو دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے اگر ایسا ہے تو شرعی نقطہ نگاہ سے اس کا کیا طریقہ عمل ہو گا؟ واضح رہے کہ کئی بزرگوں کو پانی کی وجہ سے منتقل کیا گیا ہے (جس کی مثال عراق اور مصر میں واقع ہوئی ہے)

منجانب: اہل سلسلہ دربار شاہ حسین صابری

جواب

الجواب بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

دفن کے بعد میت کو نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے ادیان سابقہ ولاحقہ کا تعامل اور بعض فقہاء کی تصریحات جواز کو قوت دیتی ہیں چنانچہ مختار الفتاویٰ میں ہے

نقل المیت بعد الدفن من بلد الی بلد لیس بحرام لوروا الآثار والناقل والحافر لایکون اثماً ہو المختار

یعنی میت کو دفن کے بعد ایک شہر سے دوسرے شہر کو لے جانا حرام نہیں اس کے جواز میں آثار وادار ہیں اور میت کو لے جانے والا اور قبر سے نکالنے والا گنہگار نہ ہو گا یہی مختار مذہب ہے۔

زمانہ سابقہ میں بہت سے بزرگوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے بے شمار واقعات مشہور ہیں مثلاً

(۱) حضرت عارف عبدالرحمن جامی قدس سرہ نجات الانس میں لکھتے ہیں کہ ابو الحسین بن سمعون کا ۳۸۶ھ میں وصال ہوا انہیں بغداد میں دفنایا گیا۔ تیس سال کے بعد انہیں قبر سے نکال کر عام قبرستان میں دفنایا گیا تو ان کا کفن ویسے ہی تازہ تھا۔

(۲) خواجہ ابویقوب ہمدانی جو کہ امام عارف و عالم ربانی اور صاحب کرامات تھے ۵۳۵ھ میں ان کا مزار مشہور اور زیارت گاہ عام ہے۔

(۳) شیخ حمید الدین بغدادی قدس سرہ ۵۷۰ھ میں شہید ہوئے وہیں شہادت گاہ میں دفن کئے گئے پھر عرصہ بعد ۸۲۳ھ میں انہیں تدفین کے لئے نیشاپور لایا گیا۔

(۴) ایک درویش ۳۸۸ھ میں قصبہ مالین میں فوت ہوئے۔ انہیں وہاں دفن کیا گیا بعد میں انہیں میرٹ کی عید گاہ کے سامنے دفنایا گیا اور وہاں ان کا مزار مشہور ہے دور دور سے لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔

(۵) بیحۃ البربان میں حضرت سید غلام علی بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ نے محدث سمعانی مصنف مشارق الانوار کتاب الحدیث کے متعلق لکھا کہ پہلے بغداد میں مدفون ہوئے پھر ان کی وصیت پر انہیں مکہ شریف منتقل کر کے دفنایا گیا۔

(۶) مخالفین کے امام ابن القیم نے اپنی ایک تصنیف **منتقى الاخبار** میں ایک مستقل باب باندھا ہے **(ما ینبش بغرض صحیح)** یہ باب ہے اس مسئلہ میں کہ میت کو قبر سے غرض صحیح کی وجہ سے منتقل کرنا جائز ہے۔

(۷) ابن القیم نے اس کے جواز پر متعدد روایات لکھی ہیں مجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے ایک جگہ مدفون تھے پھر انہیں اس قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفنایا گیا۔

(۸) صاحب دلائل الخیرات کو قبر سے نکال کر دوسرے علاقے میں لے جانے کا واقعہ مشہور ہے جس پر مخالفین و موافقین سب کا اتفاق ہے انہوں نے ۷۰۰ھ میں وفات پائی انہیں شہر **”سوس“** میں دفنایا گیا پھر ۷۰۰ سال کے بعد سوس سے نکال کر مراکش میں دفن کئے گئے۔

صورتِ منوٰلہ میں صاحبِ مزار کی طرف سے اشارے بھی ہیں اور وہ جگہ بھی سیم کی زد میں ہے اس لئے ضرورت کے تحت صاحبِ مزار کو یہاں سے منتقل کر کے دوسری جگہ دفنانا جائز ہے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويبي رضوي غفر له

٥ شعبان ١٤١٥ھ / ٧ جنوري ١٩٩٥ء

سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا کیسا ہے؟

جواب

داڑھی میں سفید بال نور الہی ہے اللہ تعالیٰ سفید بالوں والے سے پیار فرماتا ہے لیکن عوام و خواص اس مرض میں مبتلا ہیں کہ سفید بالوں کو سیاہ کرتے ہیں خالص سیاہی پیدا کرنے والا خضاب داڑھی یا سر کے بالوں میں استعمال کرنا شرعاً ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ ”سنن ابی داؤد“ و ”نسائی“ و ”مشکوٰۃ شریف“ (۱) وغیرہ کتب احادیث مبارکہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی جو اس سیاہی سے خضاب کرے گی تو کبوتروں کے پوٹوں کی طرح اُن کے بال سیاہ ہوں گے یہ لوگ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھیں گے“ اور شیخ محقق شاہ عبدالحق مسئلہ خضاب کی تحقیق میں فرماتے ہیں

”وبالجملة خضاب بحناء باتفاق جائز است ومختار در سواد حرمت ست وکراہت“ (اشعۃ للمعات)

یعنی مہندی سے بال رنگنا بالاتفاق جائز ہے اور مختار قول میں سیاہی سے رنگنا مکروہ تحریمی ہے۔

زیادہ تحقیق مطلوب ہو تو احقر کی تصنیف ”سیاہ خضاب“ (مطبوعہ قطب مدینہ پبلشرز کراچی) ملاحظہ فرمائیے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويبي رضوي غفر له

جون ١٩٩٢ء سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) رواہ احمد، عن ابن عباس، مسند الامام احمد، المجلد (۱) ص ۲۷۳، مطبوعہ: المکتب الاسلامی، بیروت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

سرکاری انکم ٹیکس حکم زکوٰۃ رکھتا ہے یا نہیں؟

جواب

صحیح و مفتی بہ قول یہ ہے کہ انکم ٹیکس وغیرہ مطالبات سرکاری اداء زکوٰۃ میں شمار نہ ہوں گے اور نہ ہی ان کے ادا کرنے سے زکوٰۃ ذمہ سے ساقط ہوگی اگرچہ وہ بہ نیت زکوٰۃ دیئے جائیں کیونکہ وہ نہ تو زکوٰۃ ہے اور نہ ہی لینے والے کو زکوٰۃ لینے کا حق ہے اور نہ ہی اُسے زکوٰۃ دینا صحیح ہے۔ فتاویٰ شامی (۱) میں ہے کہ

”امالو اخذ منه السلطان اموالا مصادرة ونوى اداء زکوٰۃ اليه، فعلى قول المشايخ المتأخرين يجوز، والصحيح انه لا يجوز، وبه يفتى لانه ليس للظالم ولاية اخذ الزکوٰۃ من الاموال الباطنة اها قول: يعنى واذا لم يكن له ولاية اخذها لم يصح الدفع اليه وان نوى الدافع به التصديق عليه لان عدم الاختيار الصحيح الخ“

یعنی بادشاہ اگر اصرار کے ساتھ مطالبہ کر کے اس سے مال لے لے اور وہ اس مال میں بادشاہ کی طرف ادائیگی زکوٰۃ کی نیت کر لے تو متاخرین کے قول کی بناء پر ایسی صورت میں ادائیگی زکوٰۃ کی نیت کرنا جائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ ظالم کو اموال باطنہ سے زکوٰۃ لینے کی ولایت نہیں۔ اھ علامہ شامی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں مراد یہ ہے کہ جب اُسے اموال زکوٰۃ لینے کی ولایت نہیں تو اُسے دینا بھی صحیح نہیں اگرچہ دینے والا اس پر تصدق کی نیت کر لے کیونکہ اختیار صحیح منہدم ہے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوبسى رضوى غفر له

سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) رد المحتار على الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، مطلب، فیما لو صادر السلطان جائز الخ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا بیداری میں کسی سے ملاقات کرنا محال ہے۔ دلیل میں کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا وہ عالم برزخ میں ہیں انہیں عالم دنیا سے کیا سروکار؟

جواب

اس کے جواب میں فقیر کا رسالہ ہے ”تحفة الصندحاء في رؤية النبي في اليقظة والرؤيا“ یہاں بقدر ضرورت عرض ہے کہ حضرت امام غزالی قدس سرہ، جنہیں دورِ حاضرہ کے عقلی گھوڑے دوڑانے والے بھی اپنا امام مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں

والنوع الرابع خص به الانبياء والاولياء ولهم الخيار فمنهم من يكون طوافاً في الارض متى تقوم الساعة كثيراً ما يرى في الليل واظن الصديق منهم والفاروق والرسول ﷺ له اخيار في طواف العوالم الثلاثة۔ (الدررة الفاخرة صفحہ ۱۴)

”یعنی انبیاء کرام و اولیاء عظام کی یہ خصوصیت ہے کہ انہیں یہ اختیار حاصل ہے کہ بعض تو ان میں سے قیام قیامت تک زمین میں طواف و سیر کرتے ہیں اور بہت سے حضرات رات کو دیکھے جاتے ہیں۔ جناب صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کو میں انہیں میں سے گمان کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کو تو عوالم ثلاثہ (دنیا، آخرت اور برزخ میں طواف و سیر فرمانے اور تشریف لے جانے) کا اختیار حاصل ہے۔“

نیز علماء دیوبند کے مولوی محمد انور شاہ کشمیری نے بھی حضور ﷺ سے ملاقات ہو سکتا اور آپ ﷺ کی زیارت کا بحالت بیداری ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے

فالرؤية يقظةً محققةً وانكارها جهلة۔ (فیض الباری ص ۲۰۴ جلد ۱)

یعنی بحالت بیداری نبی کریم ﷺ کی زیارت ثابت ہے اور اس کا انکار جہل ہے۔

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ آج وہی لوگ حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو سکتے ہیں جنہیں محبت و اطاعت کے ساتھ آپ ﷺ کی ذات گرامی سے والہانہ نسبت ہو یعنی اولیاء کرام کو کتب شرعیہ میں بہت سے ایسے ملتے ہیں جہاں اولیاء کرام کا حضور ﷺ کے لقاء ظاہری سے مشرف ہونا اور اکتسابِ علوم و اسرار کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو قطب ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ”میزان الشریعہ“ جس میں انہوں نے امام جلال الدین سیوطی کا قول نقل کیا ہے جو انہوں نے اس شخص سے فرمایا جو ان کی بادشاہ سے سفارش چاہتا تھا فرمایا

اعلم يا اخي انني قد اجتمعت برسول الله الى وقتي هذا خساً وسبعين مرة يقظةً ومشافهةً ولو لا خوفي احتجابه اعنى بسبب دخولي الولاية لطلعت القلعة وشفعت فيك عند السلطان واني رجل من خدام حديثه او احتياج اليه في تصحيح الاحاديث اللتي ضعفها المحدثون من طريقهم ولا شك ان نفع ذلك ارجع من نفعك۔ (میزان الشریعہ مصری جلد ۱، صفحہ ۱۴)

یعنی جان لے اے بھائی! میں رسول اللہ ﷺ کے دربار میں اس وقت تک بیداری میں بالمشافہہ پچھتر (75) بار حاضر ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے حکام کے درباروں میں حاضر ہونے کی بناء پر حضور ﷺ کے حجاب فرمالینے کا خوف نہ ہوتا تو میں قلعہ میں جاتا اور تیرے لئے بادشاہ کے پاس سفارش کرتا اور میں احادیث نبی ﷺ کے خدام میں سے ایک شخص ہوں اور میں حضور ﷺ کا ان احادیث کی تصحیح میں محتاج ہوں جن کو محدثین نے اپنے طریقوں سے ضعیف قرار دیا ہے اور بیشک یہ نفع تیرے نفع سے زائد رائج ہے۔

اسی کتاب میں درج ہے:

قد اشتهر عن كثير من الاولياء انهم كانوا يجتمعون برسول الله ﷺ كثيراً ويصدقهم اهل عصرهم على ذلك

(ثم ذكر اسمائهم) وجماعة ذكرناهم في كتاب ”طبقات الاولياء“

یعنی کثیر اولیاء سے یہ حدِ شہرت تک پہنچا ہے کہ وہ بکثرت رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوتے اور ان کے ہم عصر اس کی تصدیق کرتے۔ کتاب ”طبقات اولیاء“ میں ہم نے ان میں سے ایک جماعت کا ذکر کیا اور ان کے نام ذکر کئے۔ آگے کی عبارت اسی کتاب میں ملاحظہ ہو

وقد بلغنا عن الشيخ ابو الحسن الشاذلی وتلميذه الشيخ ابی العباس المرسى وغيرهما انهم كانوا يقولون لو احتجبت مناروية رسول الله طرفة ما اعدنا انفسنا من جملة المسلمين فاذا كان هذا قول احاد اولياء فالائمة المجتهدون اولي بهذا المقام۔ (میزان الشریعہ، ج ۱، ص ۴۱)

یعنی شیخ ابو الحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابو العباس مرسی اور ان کے علاوہ اولیاء کا قول ہم تک پہنچا کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر ہم سے پلک مارنے کی مقدار حضور ﷺ کی ”رؤیت محبوب“ ہو جائے (یعنی حضور ﷺ کی زیارت میسر نہ ہو) تو ہم اپنے آپ کو مجملہ مسلمین سے شمار نہ کریں۔ تو جب یہ قول آحاد اولیاء کا ہے ائمہ مجتہدین تو اس مقام سے بھی بالاتر ہوئے۔

غرض یہ کہ مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ حضرات اولیاء کرام سے آج بھی ملاقات فرماتے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کا یہ مختار و پسندیدہ گروہ ہمیشہ حضور ﷺ سے حالتِ بیداری میں ملاقات کے شرف سے مشرف ہوا ہے اور ہوتا ہے۔ یہ لوگ حضور ﷺ سے بالمشافہ کلام کرتے ہیں نیز علوم و اسرار کے انکشاف میں حضور ﷺ سے مدد چاہتے ہیں نیز بیشمار اولیاء کرام کو بیداری میں زیارت ہوئی مثلاً شیخ احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بڑے محتاط محدثین نے بیان کیا ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں یہ خواہش لے کر حاضر ہوئے کہ حضور ﷺ سلام کا جواب یوں دیں کہ اپنا دست مبارک بھی روضہ اطہر سے باہر نکالیں تاکہ میں اس کی زیارت کر سکوں اور چوم کر آتش عشق کو ٹھنڈا کر سکوں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی اور امام نبھانی علیہما الرحمہ صراحتاً بیان فرماتے ہیں کہ شیخ احمد الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب سلام عرض کیا تو مصافحہ اور دست مبارک کی زیارت کی خواہش پر روضہ مبارک سے دست مبارک باہر آگیا اور مسجد نبوی میں موجود نوے ہزار زائرین نے حضور ﷺ کے دستِ اقدس کی زیارت کی۔ اس واقعہ کو مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی کتاب ”افاضات یومیہ“ میں بیان کیا ہے۔ غرض یہ کہ اسی طرح ہر محب کے حسبِ حال اسے جواب سے نوازا جاتا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق منقول ہے کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کرتے ”السلام علیک یا امام الانبیاء“ یعنی اے نبیوں کے امام آپ پر سلام ہو تو جواب آتا ”اے میری اُمت کے امام تجھ پر بھی سلام ہو۔“

حضرت مولانا عبد الرحمن نور الدین جامی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی حاضری دیتے اور الوداعی سلام عرض کرتے تو حضور ﷺ کی طرف سے انہیں سلام کا جواب بھی ملتا اور ساتھ یہ بھی فرماتے کہ ”خوش روی و باز آئی“ (جامی! خوش ہو جاؤ اور ہمیں ملنے کے لئے پھر لوٹ کر بھی آؤ) ۱۸ سال حضور ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں اسی طرح حاضری ہوتی رہی۔

مزید واقعات فقیر کی کتاب ”زائرینِ مدینہ“ میں پڑھئے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابوالصالح محمد فيض احمد اویسی رضوی غفر له

۲۳ محرم ۱۳۹۷ھ سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

مسجد کے اندر اذان کہنے کا کیا حکم ہے؟

جواب

جب سے اسپیکر پر اذان ہونے لگی ہے اذان مسجد کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ (یہ بھی ایک بدعت ہے لیکن اس بدعت پر لڑائی نہیں ہوئی) حالانکہ احادیث مبارکہ کے مطابق فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندرونی کمرہ (دالانِ صحن) کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ (غنیہ شرح منیہ ص ۳۷۷)

الاذان انما یكون فی المئذنة او خارج المسجد والاقامة فی داخله

یعنی اذان نہیں ہوتی مگر منارہ پر یا مسجد سے باہر اور اقامت مسجد کے اندر سو مسجد کے اندر اذان کا ہونا آئمہ نے منع فرمایا اور مکروہ تحریمی لکھا ہے اور خلاف سنت ہے یہ زمانہ اقدس میں تھا ورنہ خلفائے راشدین میں نہ کسی صحابی کا عمل ہے۔ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں۔ مسجد مستقف (چھت والی) وغیرہ میں اذان مکروہ ہے اس لئے جہاں اسپیکر پر خرچہ کیا ہے اسپیکر کے لئے بھی ایک چھوٹا سا کمرہ تیار کر کے مسجد سے باہر اذان پڑھانے کا اہتمام کیجئے تاکہ دائمی کراہت سے بچ سکیں ورنہ اسپیکر خریدنے کا کیا فائدہ۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوبی رضوی غفر له

اکتوبر ۱۹۹۰ء سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ پنجگانہ نمازوں کے لئے اذانیں خارج از مسجد کا حکم آیا درست ہے؟ اب رہاجعۃ المبارک کی دوسری اذان جو کہ خطبہ سے پہلے کہی جاتی ہے اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جمعہ کی دوسری اذان مسجد میں یا کمرہ مسجد کے دروازے میں کہتے ہیں یہ کیوں؟ جب کہ یہ بھی اذان ہی ہے تو یہ مسجد میں کیوں نہیں پڑھتے؟

گزارش ہے کہ جمعہ کی دوسری اذان کا شرعی جو حکم ہے وہ بیان فرمادیں کہ مؤذن کہاں کھڑا ہو کر دوسری اذان کہے، کیا مؤذن کے قریب یا دور اسپیکر بھی رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینو او تو جروا۔

جواب

ہر اذان خارج از مسجد ہو جمعہ کی دوسری اذان دراصل یہی اذان ہے جو زمانہ رسالت مآب ﷺ میں ہوتی تھی تا اضافہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا نام دوسری اذان عرف عام ہے جو اصالت (اصلیت) کو زائل نہیں کرتا یہی خطبہ سے پہلے والی اذان اصلی اذان ہے اور فقہائے کرام نے مسجد میں

اذان کہنے کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ زمانہ رسالت مآب ﷺ سے یہی اور دیگر ہر اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی۔ دیوبند کے فضلاء اور بعض سنی علمائے کرام نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے زمانہ میں اختلاف کیا۔ جانبین سے متعدد رسائل و کتب تصنیف ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے زورِ قلم نے جملہ اہلسنت کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا کہ ہر اذان خارج از مسجد ہو۔ اب پھر اسپیکر کی ایجاد سے اہلسنت اور دیوبندیوں کے علاوہ اکثر فرقوں نے تمام حدیں توڑ کر مسجد میں اذان کہنی شروع کر دی ہے اور یہ مکروہ ہے۔ اس کا گناہ عوام کو بعد میں ہو گا پہلے علماء کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔ علمائے کرام کے لئے ضروری ہے کہ جہاں لاکھوں روپوں کے چندہ سے بہترین مساجد تیار کرتے ہیں وہاں اسپیکر کے لئے ایک علیحدہ کمرہ بھی تیار کرالیں۔ مسجد کی باہر والی دیوار سے تھوڑا سا نیچے ہٹ کر اذان کہی جائے کیونکہ دیوار اور اس کا پس و پیش کا تھوڑا سا حصہ عرفا مسجد گاہ نہیں اس لئے کہ اس کے احکام مسجدیت کے احکام سے مختلف ہیں۔

شیطانی چالیں سمجھنا کوئی آسان کام نہیں مگر شیطان ہر اس کام کی طرف راغب کرتا ہے جو قرآن و سنت کے طریقے کے خلاف ہو مگر شیطان برگزیدہ انسان (یعنی شیطان کا ڈسا ہوا) اسے سمجھنے کے باوجود حق تسلیم نہیں کرتا بلکہ اپنے غلط موقف پہ ہی ڈٹ جاتا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ شیطانی تمام چالوں کو سمجھ کر اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اذان مسجد کے اندر کہنا خلاف سنت ہے فقہاء نے مسجد میں اذان کہنے کو مکروہ لکھا ہے مگر اسپیکر کی ایجاد نے کئی مولویوں کو محض اسپیکر کی حفاظت کے بہانے مسجد کے اندر اذان کہنے کی طرف راغب کر دیا ہے اور اس مکروہ فعل اپنانے کی ترغیب دی جس پہ کئی لوگ عمل پیرا ہوئے یہاں تک کہ آج کل اس مکروہ فعل کی طرف اکثر کا دھیان ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مکروہ فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

۲۶ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ بروز ہفتہ۔ سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

اکثر دیہاتوں میں لوگ چرم قربانی مسجد کے خطیب و امام کو دیتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ اب شہروں میں بھی بعض لوگ دوسرے مصارف میں سے یہ نیک مصرف سمجھ کر علماء کو بی دیتے ہیں کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟ تو اب خطیب شہر جو ماہوار وظیفہ بھی پاتا ہے اس کی خدمت میں چرم یا قیمت دی جاسکتی ہے یا عالم دین خود نیک مصرف خیال کر کے مانگ سکتا ہے اس سلسلے میں کھالیں دینے والے یا پانے والے شرعی مجرم تو نہیں؟ اس سلسلے میں قرآن مجید، احادیث مبارکہ و اقوال فقہائے کرام کی روشنی میں مسئلہ بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

محمد فیض الحسن قادری رضوی، جامع مسجد وار برٹن ضلع شیخوپورہ ۱۲ ذی الحجہ شریف بروز ہفتہ

جواب

الجواب منه الهداية والصواب

قربانی کی کھال قربانی والے کی ملک ہے خواہ وہ خود مصرف میں لائے چاہے کسی اور کو دیدے ہاں بیچ کر اپنے مصرف میں نہ لائے بلکہ وہ کسی اور کو دے دے کہ اس کا بیچنا تمول (دولت مندی) میں شامل ہو گیا اگر بیچنے والے کی نیت اپنے لئے ہوگی تو یہ مال خبیث میں شامل ہوگا جو مقدس مصارف میں خرچ نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ ایسی صورت میں یہ مال مساجد اور مدارس پر خرچ نہیں ہوتا اگر بیچنے والے کی نیت فی سبیل اللہ خرچ کرنے کی تھی تو وہ جسے چاہے مستحق سمجھ کر دے سکتا ہے خواہ وہ عالم دین ہو خواہ امام مسجد یا کوئی اور ہو۔ اس مسئلہ کی تحقیق ”فیوض الحامدیہ فی تعمیر المساجد“ میں ہے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

۲۶ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ بروز ہفتہ۔ سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

ختم شریف کا موجودہ طریقہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لہذا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے؟

جواب

یہی سوال وہابیوں، دیوبندیوں کا مذہب ہے اگر یہ سوال سرے سے غلط ہو جائے تو ان کا مذہب ڈوب جائے گا سوال اسی لئے غلط ہے کہ ہزاروں مسائل ہیں جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہ تھے تو کیا وہ بھی گمراہی ہے مثلاً مسجد کے مینار و محراب، موجودہ قرآن کی تیس پاروں کی تقسیم اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام اور اعراب زبر، زیر، پیش، شد و مد وغیرہ تو یہ کئی اصول اسلام کے تحت جائز ہیں تو ختم شریف بھی اسلامی اصول سے جائز ہے۔

اصول اسلام

بدعت دو قسم کی ہیں۔ (۱) حسنہ۔ (۲) سیئہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ للمعات (۱) جلد اول، باب الاعتصام زیر حدیث ”کل بدعة ضلالة“ میں فرماتے ہیں کہ آنچہ موافق اصول وقواعد سنت است و قیاس کردہ شدہ است، آن را بدعت حسنہ گویند و آنچہ مخالف باشد باعث ضلالت گویند۔

یعنی جو بدعت اصول وقواعد سنت کے موافق ہو اور اس سے قیاس کی ہوئی ہو اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور اس کے خلاف گمراہی یعنی بدعت سیئہ۔

تائید

مشکوٰۃ شریف، کتاب العلم، فصل اول میں خود حضور ﷺ نے مذکورہ اصول کی تائید فرمائی ہے چنانچہ فرمایا

من سن في الاسلام سنة فله اجرها و اجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اُجورهم شيء و من سن في الاسلام

سنة سيئة فعليه وزرها و وزر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزارهم شيء۔ (۱)

یعنی جو کوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان کا بھی جو کہ اس پر عمل کریں گے اور اس کے ثواب سے کچھ کم نہ ہو گا اور جو شخص اسلام میں بُر طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا گناہ بھی ہے اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور اس کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث میں بدعت کو لفظ سنت سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی دو قسمیں حسنہ اور سیئہ ظاہر ہیں جن کو دوسرے الفاظ میں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کہتے ہیں جس بدعت کی اسلام میں مذمت کی گئی ہے وہ بدعت سیئہ ہے اور جس پر عمل ہو رہا ہے وہ بدعت حسنہ ہے۔

مزید تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ ”ختم شریف مدلل“ (مطبوعہ: مکتبہ اویسیہ رضویہ، بہاولپور) کا مطالعہ کیجئے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويسی رضوی غفر له

۲۳ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ - سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) اخرجه مسلم، في صحيحة، في العلم، حديث رقم (۶۹-۱۰۱۷)، باب من سن سنة حسنة الخ، واخرجه النسائي في السنن، في الزكاة حديث رقم ۲۵۵۰ باب التهريض على الصدقة، واخرج نحوه الترمذي في السنن، في العلم عن حذيفة حديث رقم ۲۶۷۵ باب ما جاء فيمن دعا الى هدى فاتبع الى ضلالة، وقال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح، وابن ماجه في السنن في المقدمة، الحديث رقم ۲۰۳، باب من سن سنة اوسیئة، احمد في المسند، ۴/۳۵۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کیا نماز کے بعد زور سے لا الہ الا اللہ کہنے کا ثبوت ہے جیسے ہماری مساجد میں ذکر ہوتا ہے اسے بعض لوگ بدعت کہتے ہیں؟

جواب

بدعت کہنا تو عام عادت و باہیوں اور دیوبندیوں کی ہے ہر وہ فعل و عمل جو ہم اہلسنت کریں گے وہ ان کے نزدیک بدعت ہے خواہ اس کا ثبوت احادیث صحاح سے ہو چنانچہ نماز کے بعد ذکر بالجہر کو بھی وہ بدعت کہتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے

لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له (۱)

اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے

عن ابن عباس قال كنت اعرف انقضاء صلوة رسول الله بالتكبير (۱)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور ﷺ کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوجہ صغر سنی کے بعض اوقات جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے لیکن نماز کے اختتام کا پتہ دیا کہ فراغت ذکر بالجہر پر ہوتی۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ ”ذکر بالجہر“ میں دیکھئے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

۱۳ ذیقعد ۱۳۸۷ھ - سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) اخرجه البخاری فی صحیحہ، فی الاذان، حدیث رقم ۸۴۲، باب الذکر بعد الصلاة، ومسلم فی صحیحہ فی المساجد و مواضع الصلاة، حدیث رقم (۵۸۳-۱۲۰) باب الذکر بعد الصلاة، وابوداؤد فی السنن، فی الصلاة، حدیث رقم ۱۰۰۲، باب التکبیر بعد الصلاة، والنسائی، فی کتاب السهو، حدیث رقم ۱۳۳۵ باب التکبیر بعد تسلیم الامام مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلاة، باب الذکر بعد الصلاة، الفصل الاول، حدیث رقم ۹۵۹- (۱)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں صلوٰۃ و سلام کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے ایک مسجد کا امام کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اس کا ثبوت دکھاؤ؟

جواب

یہ امام سنی معلوم نہیں ہوتا ہے کیونکہ صلوٰۃ و سلام کے لئے اس قسم کے سوالات و بابیہ اور دیابنہ کے دل سے ابھرتے ہیں ورنہ اس کا ثبوت قرآن مجید میں صاف ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿۵۶﴾ (پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶)

بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

آیت مبارکہ میں (صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا) عام ہے کھڑے، بیٹھے، زور سے، آہستہ، مل کر، تنہا وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات و احادیث مبارکہ کا اسلامی قاعدہ ہے کہ

المطلق یجری علی اطلاقہ۔

یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

یہ قاعدہ اصول فقہ کی کتب میں مذکور ہے۔ دوسرا یہ کہ صلوٰۃ و سلام کا بھی ذکر میں شمار ہے۔

کمال قال الله - لا يَذْكُرُ اللهُ تَطْمِئِنَّ الْقُلُوبُ O (پارہ ۱۳، سورۃ الرعد، آیت ۲۸)

سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں لکھتے ہیں

قاله بمحمد واصحابه (۱)

یعنی حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے ذکر میں دلوں کا چین ہے

ویسے محدثین کرام رحمہم اللہ نے حضور ﷺ کے ذکر کو ذکر حق کہا ہے اور حدیث شریف میں ہے

ذکر الانبیاء عبادۃ۔ (فضائل اعمال)

یعنی انبیاء کرام کا ذکر عبادت ہے

(۱) الشفا بتعريف حقوق المصطفى، المجلد (۱)، القسم الاول، الفصل الاول، فيما جاء في المدح والثناء، صفحہ ۳۰، مطبوعة دار الارقم، بيروت
اس معنی پر ذکر کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ قرآن مجید میں ہے کہ

فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَقُوَّةً عَلَىٰ جُنُوبِكُمُ الْآيَةُ (پارہ ۵، سورہ النساء، آیت ۱۰۳)

تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔

اس پارٹی کو عموماً یہ خیال گزرتا ہے کہ اس طرح صحابہ کرام نے نہیں پڑھا اور نہ ہی تابعین و آئمہ مجتہدین سے منقول ہے یہ ان کی غلط خیالی صرف اور صرف حضور ﷺ کے متعلقات میں ہے ورنہ ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کا نام و نشان تک احادیث میں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معمولات میں نہیں ملتا اور نہ ہی آئمہ مجتہدین سے منقول ہے مثلاً نماز کی نیت زبان سے کرنا بدعت ہے (۱) صدیوں بعد کو شروع ہوئی۔ تلاوت کے بعد ”صدق اللہ العلیٰ العظیم“ پڑھنا کسی روایت سے ثابت نہیں۔

قرآن مجید پر اعراب (زبر، زیر، پیش، شد وغیرہ) لگانا اور اسے تیس پاروں پر تقسیم کرنا (الاتقان) اس کے مزید دلائل اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتاب ”اقامۃ القیامہ“ میں ہیں۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

۱۵ رمضان ۱۴۰۱ھ۔ سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

ہمارے ہاں ایک پیر صاحب ہیں وہ داڑھی منڈاتے ہیں، نماز بالکل نہیں پڑھتے لیکن ان سے خرق عادت امور کا صدور بھرپور ہو رہا ہے کیا ہم انہیں ولی اللہ مانیں یا نہیں؟

جواب

شریعت کا مخالف کبھی ولی اللہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ولی الشیطان ہے اس سے جو خرقِ عادت کے طور پر ظاہر ہوتا ہے وہ سب من جانب الشیطان ہے۔ اس بارے میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ”تفسیر کبیر“ میں لکھتے ہیں کہ جب کسی انسان کے ہاتھ پر کوئی خرقِ عادت فعل ظاہر ہو تو وہ دو حال سے خالی نہ ہو گا یا تو اُس کے ساتھ دعویٰ بھی ہو گا یا دعویٰ نہ ہو گا۔ اگر دعویٰ ہو گا تو اس کی کئی قسمیں ہیں یا تو اُس میں (۱) خدائی کا دعویٰ ہو گا، (۲) یانہوت کا (۳) یا ولایت کا (۴) یا جادو وغیرہ کا، یہ چار قسم ہوئے۔

(۱) خدائی دعویٰ ہے سو اس قسم کے مدعی کے ہاتھ پر خارقِ عادات بغیر کسی معارضہ کے ظاہر ہونا جائز ہے جیسے کہ نقل کیا گیا ہے کہ فرعون خدائی کا مدعی تھا اس کے ہاتھ پر خرقِ عادت کا ظہور ہوتا تھا اور ایسے ہی دجال کے ہاتھ پر خوارق کا ظاہر ہونا احادیث سے ثابت ہے چنانچہ ایسے مدعی کا دعویٰ اور اس کی خلقت ہی بتلاتی ہے کہ یہ سراسر جھوٹا، کاذب اور دروغ گو ہے لہذا اس کے ہاتھ پر خرقِ عادت کے ظہور سے اُس کی صداقت کا وہم تک بھی نہیں ہوتا۔

(۲) نہوت کا دعویٰ ہے اور یہ بھی دو قسم پر تقسیم ہے کیونکہ یہ مدعی سچا ہو گا یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو اُس کے ہاتھ پر خرقِ عادت کا ظہور ضروری ہے لیکن جو مدعی جھوٹا ہے اس کے ہاتھ پر خوارق کا ظہور جائز نہیں اور ظہور کی تقدیر پر اس کا معارضہ ضروری ہے۔

(۳) ولی سے خرقِ عادت ظاہر ہو اگر ولی سچا ہے تو اُس سے خرقِ عادت کا ظہور بالکل برحق ہے۔

(۴) مدعی جادو کے ہاتھ پر خرقِ عادت ظاہر ہو سو یہ بھی جائز ہے مگر معتزلہ اس میں مخالف ہیں۔ قسم اول کے اقسام ختم ہوئے اب دوسری قسم کے اقسام سن لیجئے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی انسان کے ہاتھ پر بغیر کسی دعویٰ کے خرقِ عادت ظاہر ہو پھر یہ انسان یا تو خدائے تعالیٰ کے نزدیک صالح اور نیک بخت ہو گا یا فاسق و فاجر۔

پہلی صورت: پہلی صورت تو وہی کرامتِ اولیاء ہے جس کے جو از پر ہمارے علماء متفق ہیں۔ دوسری صورت: یعنی فاسق و فاجر کے ہاتھ پر خرقِ عادت ظاہر ہونا اسی کا نام استدراج ہے۔

آج کل ہمارے لوگ اس فرق کو نہ سمجھ کر جس سے کوئی بھی خرقِ عادت امر ظاہر ہو یہاں تک کہ تعویذ، جھاڑ پھونک سے فائدہ پاتے ہیں تو اسے ولی اللہ سمجھنے لگ جاتے ہیں اور وہ دعویٰ اسی طرح سے عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتا ہے یہ سچے اور صحیح مشائخ و علماء کا فرض ہے کہ عوام کو بتائیں کہ ولی اللہ وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا پابند ہو۔ خلافِ شرع ہو کر جو پیری مریدی کا دھندا کرتا ہے وہ پیر نہیں لٹیرا ہے اس سے دور رہنا فرض ہے ورنہ قیامت میں پچھتاؤ گے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويسى رضوى غفر له

۱۱ محرم ۱۳۹۸ھ - سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

نذر تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی ہے لیکن عوام پیروں فقیروں کے لئے مانتے ہیں یہ اعتراض بجائے یا بے جا؟

جواب

بے جا اس لئے کہ مخالفین دھوکہ دے کر بہکاتے ہیں درحقیقت ہم اہلسنت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ نذر (منت) غیر اللہ کے لئے شرک ہے۔ ہاں اولیاء کرام یا انبیاء عظام (علیہم السلام) کو وسیلہ لایا جاتا ہے چنانچہ ہمارے عوام ہوں یا خواص منت مانتے وقت زبان سے یاد دل میں یوں کہتے ہیں ”یا اللہ! یہ کام ہو جائے تو میں اتنی خیرات فلاں ولی اللہ کی روح کے ایصالِ ثواب کے لئے تیری راہ میں خرچ کروں گا پھر اولیاء اللہ کے لئے کہنایا اسے فلاں کی نذر و نیاز بولنا مجاز ہے جو طریقہ فقیر نے لکھا ہے اس میں تو کسی کو اختلاف نہ ہونا چاہیے کیونکہ حضرت مریم کی نذر کا ذکر قرآن مجید میں بھی اسی طرح ہے چنانچہ ملاحظہ ہو

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا۔ لَا یَہْدٰی
(پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۳۵)

اے رب میرے میں تیرے لئے منت مانتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے کہ خالص تیری ہی خدمت میں رہے۔

دیکھئے آیت میں صاف ہے کہ حضرت مریم نے نذر تو اللہ تعالیٰ کے لئے مانی ہے لیکن اس میں وسیلہ بیت المقدس کو بنایا ہے کیونکہ دستور تھا کہ بیت المقدس کے خدام لڑکے ہوا کرتے تھے۔ اب حضرت مریم نے بھی بچے کی دعا کی تو بیت المقدس کو وسیلہ بنا کر اور ہم بھی اپنی آرزو بارگاہ حق سے چاہنے میں اس کے پیاروں کا وسیلہ کریں تو اس میں کون سی قباحت ہے۔

چنانچہ ہمارے طریقہ ادائیگی سے بھی اہل انصاف ہمارے دعوے کے مطابق دلیل پاسکتے ہیں۔ ہم منذورہ (نذر مانی ہوئی) شے پر قرآن کریم کی آیات پڑھ کر دعائیں وہی کہتے ہیں جو ایصالِ ثواب میں ہوتا ہے اور اگر وہ ایسے ہی تقسیم کرنے کی ہوتی ہے تب بھی دعا کے الفاظ وہی ہوتے ہیں جو مذکور ہوئے۔

مفسرین کرام و محدثین حضرات بھی ہماری تائید میں ہیں چنانچہ حضرت ملا جیون مصنف راہ نور ”تفسیرات احمدیہ“ میں لکھتے ہیں:

ومن مہنا علم ان البقرة المنذورة للاولیاء کما هو الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لا ینذکر اسم غیر اللہ علیہ وقت الذبح

وان کانوا ینذرونہا لہ (۱)

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے نام پر نذر کردہ گائے حلال و طیب ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے کیوں کہ ذبح کے وقت اس پر غیر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا جاتا اگرچہ اس کے لئے نذر کی گئی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لئے نذر مانی گئی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے یہ مال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا اگرچہ اس گائے کی نذر مانتے ہیں اس میں تو گیارہویں شریف کے بکرے کا خالص فیصلہ نام لے کر دیا۔ اس کتاب کے مصنف علامہ ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ ہیں جو کہ عرب و عجم کے علماء کے استاد ہیں۔ تمام مخالفین بھی ان کو مانتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عالمگیر بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم ہیں۔ بہر حال نذر معروف شرعاً جائز ہے اور ہمارا اطلاق علی الانبیاء والاولیاء عرف پر مبنی ہے۔

حضرت رفیع الدین محدث دہلوی

فرماتے ہیں کہ

لفظ نذر کہ اینجا مستعمل شود نہ بر معنی شرعی است چہ عرف آنست کہ پیش بزرگان بوند و نذرو نیاز گویند (رسالہ النذر)

یعنی لفظ نذر جو اس جگہ مستعمل ہوتا ہے یہ نذر شرعی نہیں ہے بلکہ نذر عرفی کہلاتی ہے جو ان بزرگوں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے اسے نذر و نیاز کہتے ہیں اور فتاویٰ کی کتب میں اس کی تصریحات تو بیشمار ہیں نمونہ کے طور پر چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) **حضرت علامہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ**

صاحب رد المحتار (۲) جلد اول میں فرماتے ہیں

”ونذر الزيت والشمع للاولياء يوقد عنه قبورهم تعظيماً لهم وحية فيهم جائز“

یعنی کسی نے منت مانی تیل یا شمع کی اولیاء کی تعظیم کے لئے اور ان کی محبت کے لئے کہ اس سے ان کے مزار پر روشنی کرے گا تو یہ منت ماننا جائز ہے۔ (۲) شامی (۳) باب الذبح میں ہے

”اعلم ان المدار على القصد عند ابتداء الذبح“

یعنی جاننا چاہیے کہ حلت و حرمت کا مدار ذبح کے وقت نیت کا ہے۔

(۳) عالمگیری (۴) باب الذبح میں ہے

”مسلم ذبح شاة المجوسى لبیت نارهم او الكافر لاهتهم توكل لانه سى الله“

یعنی مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جو ان کے آتش کدہ کے لئے یا کافر کی بکری جو ان بتوں کے لئے تھی ذبح کی وہ حلال ہے کیونکہ اس مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے مگر یہ کام مسلمان کے لئے مکروہ ہے

اسی طرح ”تترخانیه“ میں ”جامع الفتاویٰ“ سے نقل کیا ہے۔

دیکھئے جانور پالنے والا کافر ہے اور ذبح بھی کرتا ہے بت یا آگ کی عبادت کی نیت سے، گویا مالک کا پالنا اور ذبح کرنا دونوں فاسد مگر چونکہ بوقت ذبح مسلمان نے زبان سے **بسم اللہ** کہہ ذبح کیا ہے لہذا حلال ہے۔ کہیے گیارہویں شریف یا میلاد شریف کا بکرا اُس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے؟ کہ وہ تو حلال مگر یہ حرام، الحمد للہ بخوبی ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويسى رضوى غفر له

(۱) التفسيرات الاحمدية في بيان الايات الشرعية، البقرة، قوله تعالى وما اهل به لغير الله، صفحہ ۴۵، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ، پشاور۔

(۲) الرد المحتار على الدر المختار، المجلد (۹) کتاب الذبح، تحت قوله والم يقدر معها الخ، صفحہ ۵۱۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعة الاولى ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰ء۔

(۳) الرد المحتار على الدر المختار، المجلد (۹) کتاب الذبح، تحت قوله والم يقدر معها الخ، صفحہ ۵۱۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعة الاولى ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۰ء۔

(۴) الفتاویٰ الہندیۃ، المجلد (۵) کتاب الذبح، الباب الاول في ركنه و شرائطه الخ، اما حکمها، صفحہ ۳۵۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، الطبعة الاولى ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء۔

تعالیٰ ویکرہ للمسلم کذا فی "التتارخانیة" ناقلاً عن "جامع الفتاویٰ"

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

شب برأت کے احکام کیا ہیں؟

جواب

شب برأت میں قرآن مجید آسمانِ اول میں اُترا۔ اس رات ہر شخص کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے مگر بد قسمت لوگ اس رات کو آگ اور آتش بازی سے کھیل کود کر گزار دیتے ہیں بلکہ پٹانے چلا چلا کر عبادت گزاروں کو بھی سکون سے عبادت نہیں کرنے دیتے۔

آتش بازی کی لعنت

نصف شعبان کو جہاں تک ایصالِ ثواب اور مبارک باد کا تعلق ہے یہ سب کچھ جائز و مستحب ہے لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ رنگ برنگ کی آتش بازی چھوڑی جاتی ہے اور یہ سلسلہ ساری رات جاری رہتا ہے اس کا نام شبِ بیداری نہیں بلکہ اپنے اعمال کی بربادی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو آسمان سے انوارِ رحمت برساتا ہے اور مسلمان نیچے سے آگ اُپر کی طرف چھوڑ کر خدا کے عتاب کا موجب بنتا ہے گویا خدا کہتا ہے کہ آج کی شب تم پر میرے انوار کی بارش ہو جائے اور آتش بازی کرنے والے مسلمان کہتے ہیں نہیں ہمیں آگ سے کھیلنے دو، مرنے دو، جلنے دو، سڑنے دو، کیونکہ مشہور مثال ہے کہ جیسی نیت ویسی مراد۔

پاکستان کا رواج

اس کے بعض صوبوں میں رواج عام ہے کہ اس رات کو اکثر لوگ غفلت اور لہو و لعب میں گزارتے ہیں کہ سیر و تفریح کی غرض سے جنگلوں اور دریاؤں کی طرف نکل جاتے ہیں کوئی علی الصبح جاتا ہے کوئی رات کو چلا جاتا ہے اور بعض تو یہاں تک کرتے ہیں کہ دریاؤں میں سفارشی پرچہ حضرت جبریل علیہ السلام کے نام لکھ کر بہا دیتے ہیں یہ بدعت و اختراع ہیں اُس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کی کوئی اصل نہیں کسی کتاب سے یہ باتیں ثابت نہیں ہیں ایسے ہی امور کو بدعتِ سیئہ کہا جاتا ہے انہی بدعات سے بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے کہ ایسی بدعات پر قیاس کر کے قرآن و احادیث سے ثابت شدہ امور کو بدعات کا فتویٰ لگا کر عوام کو بہکانے کی خام کوشش کرتے ہیں۔

فقہائے کرام کا یہ فیصلہ ہے کہ اس رات ہر شخص کی قسمت کا فیصلہ ہوتا ہے اور اس کی عمر کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے اس لئے مستحب یہ ہے کہ چودہ شعبان کی نمازِ عصر کے بعد ہر مسلمان ایک دوسرے سے مصافحہ و معافہ کرے اور اپنے کہنے اور سننے کی معافی ایک دوسرے سے چاہے کیونکہ نہ معلوم آج کی رات کس کی زندگی کا چراغ گل ہو جائے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوبیسی رضوی غفرلہ

سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

ہر سال ۲۲ رجب کو اکثر سنی مسلمان سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصالِ ثواب کے لئے اپنے گھروں میں حلال اور پاک اشیاء گھی، چینی، میوہ سے بنی میٹھی پوریاں جنہیں عام طور پر کونڈے کہا جاتا ہے، غریب، مساکین اور عزیز رشتہ داروں کو بڑے اہتمام سے کھلاتے ہیں کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب

نہ صرف جائز بلکہ اجر و ثواب ہے۔ ایصالِ ثواب کے لئے یہ ضروری ہے نہیں کہ وہ دن اسی ہستی کا یوم ولادت یا یوم وصال ہی ہو جب چاہے، جس دن، جس تاریخ کو چاہے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔ ہر کام مثلاً شادی بیاہ، جلسہ و جلوس و تبلیغی اجتماع کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے لہذا ۲۲ رجب کو سنی مسلمان نے سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کا دن مقرر کر لیا ہے۔ الحمد للہ کوئی سنی مسلمان صحابی رسول سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی یا ان سے بغض و حسد کی بنا پر کونڈے نہیں کرتا۔

اگر کسی رافضی نے ایسا کیا تھا تو وہ اس کا فعل تھا۔ ہماری نیت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب کرنا ہوتی ہے بلکہ ہمارا تو ایمان ہے جس کے متعلق اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں طعنہ زنی کرے وہ جہنم کا کتا ہے لیکن پھر بھی اس کا دل اگر اس بات پر مطمئن نہ ہو کہ آخر ۲۲ رجب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم وفات ہے تو اس دن امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز کیوں دلائی جائے تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ۲۲ رجب کے کونڈوں پر ان دونوں بزرگوں کی فاتحہ دلا دی جائے۔ اس کا ثواب (فاتحہ) کو بالکل بند کر دینا مناسب نہیں اور فاتحہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ صرف کونڈے ہی کئے جائیں کسی بھی کھانے کی حلال اور پاک شے پر فاتحہ دلا سکتے ہیں۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ اسی دن شیعہ کونڈے کرتے ہیں ان سے تشابہ ہو گا۔ نیکی کا کام کسی تشابہ سے نہیں روکا جاسکتا اور نہ ہی کوئی ضروری ہے جہاں لوگ کرتے ہیں اچھا عمل ہے۔ مزید تحقیق کے لئے فقیر کا رسالہ ”کونڈے“ دیکھئے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اويبي رضوي غفر له

نومبر ۱۹۹۸ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کیا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم رتبہ میں مساوی ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

یا ان کے مدارج میں کچھ فرق ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصحابِ ثلاثہ سے افضل سمجھنا کیسا ہے؟

جواب

اہلسنت کا اجماع ہے کہ بعد الانبیاء فضیلت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ گمراہ بے دین ہے۔ مصرعہ مذکورہ بھی غلط ہے اگرچہ اس کے قائل کو کافی گمراہ نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ اس کی تاویل ہو سکتی ہے۔ اہلسنت کے اکابر کی چند تصریحات ملاحظہ ہوں (۱) سیدنا امام اعظم کی ”فقہ اکبر“ میں ہے

افضل الناس بعد رسول الله ابو بكر الصديق، ثم عمر بن الخطاب، ثم عثمان بن عفان، ثم علي بن ابي طالب
(رضوان الله عليهم اجمعين)۔ (۱)

یعنی لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کے بعد (اور اس کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں ”افضل الناس بعد الانبياء“) یعنی لوگوں میں انبیاء (علیہم السلام) کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق، پھر عمر بن خطاب، پھر عثمان بن عفان پھر علی بن ابی طالب ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ (۲) ”وصایا شریف“ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جس کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری لمحات میں تحریر فرمایا، مطبع مجتہبی ۱۳۰۶ھ بسعی مولانا وکیل احمد سکندر پوری

بان افضل امة نبينا محمد ﷺ ابو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علي (رضوان الله عليهم اجمعين) بقوله تعالى
وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ اُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ (پارہ ۲، سورۃ الواقعة، آیت ۱۰ تا ۱۲)

یعنی ہمارے نبی حضرت محمد کی امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان پھر علی ہیں (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے (وَالسَّابِقُونَ.....) اور جو سبقت لے گئے۔ وہ تو سبقت ہی لے گئے وہ مقرب بارگاہ ہیں۔ (۳) ”غنیۃ الطالبین“ (۲) منسوب غوث اعظم رضی اللہ عنہ میں ہے

”افضل الاربعة ابو بكر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علي“

یعنی چاروں خلفاء میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

(۴) ”شرح عقائد مجتہبی“ ص ۷۱ ”خیالی“ حاشیہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی صفحہ ۱۳۴ میں ہے

افضل البشر بعد نبينا (والاحسن ان يقال بعد انبياء) ابو بكر، ثم فاروق، ثم عثمان، ثم علي المرتضى (رضی اللہ عنہم)
هكذا في (ميزان العقائد ص ۱۲۲، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی ہمارے نبی ﷺ کے بعد (اور احسن یہ ہے کہ کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد) افضل بشر ابو بکر، پھر فاروق اعظم، پھر عثمان، پھر علی المرتضیٰ ہیں (رضی اللہ عنہم)

ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ حضور نبی پاک ﷺ و جملہ انبیاء (علیہم السلام) کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

(۵) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں کہ

حضرت امیر الافضل از صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) گوید از جرگہ اہلسنت می برآید

یعنی جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دے تو وہ اہلسنت سے خارج ہے۔

(۶) شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی ”تحفۃ اثناء عشریہ“ (مطبوعہ نول کشور لکھنؤ) میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا یہودی یمنی صنعانی منافق نے اپنی گمراہ جماعت کو سب سے پہلے یہی عقیدہ سکھایا کہ حضرت علی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں اس پر وہ جم گئے پھر اصحاب ثلاثہ سے بدگمان کیا جب شیر خدا کو اس کا علم ہوا تو اس گمراہ جماعت کو مع ابنِ سباء کے آگ میں جلانے کی دھمکیاں دیں اور ان کو توبہ کے لئے کہا اور پھر ان کو مدائن میں جلاوطن کر دیا۔ (انتہی)

(۷) مفتی محمد سعد اللہ نے حاشیہ ”مالا بدمنہ“ میں بحوالہ ”شرح المواقف“ لکھا ہے اور علامہ کمال بن ہمام نے ”مساعره“ ”شرح صحابہ“ امیر الدین قاسم حنفی مطبوعہ مصر ۳۶۷ بحوالہ کتب حدیث صحاح مفصل بیان فرمایا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ”مالا بدمنہ“ کتاب الایمان صفحہ نمبر ۱۵ میں فرمایا ہے باجماع صحابہ و نصوص ثابت است کہ ابوبکر افضل اصحاب است پستروہمہ اصحاب ابوبکر را افضل دانستہ باوے بیعت کردند و بہ اشارۃ ابوبکر بر خلافتِ عمر بعد ابی بکر بنابر فضل او اجماع کردند و بعد عمرِ سہ روز صحابہ مشورہ کردہ عثمان را افضل دانستہ بر خلافتِ او اجماع کردند باوے بیعت نمودند بعد عثمان ہمہ اصحاب مہاجرین و انصار کہ در مدینہ بودند بہ علی مرتضیٰ بیعت کردند (رضی اللہ عنہم)

یعنی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں اور ان کی فضیلت پر جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے۔ صحابہ نے افضل جان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت حاصل ہے وہ خلیفہ دوم ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے تین دن بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ پاک کے مہاجرین و انصار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور خلیفہ مانا۔ (رضی اللہ عنہم)

(۸) امام اہلسنت مجددین و ملت سیدنا علی حضرت شاہ احمد رضا خان نور اللہ مرقدہ ”ردالرفضہ“ (۳) میں لکھتے ہیں ”فتح القدیر شرح ہدایہ“ مطبع مصر، جلد اول، صفحہ ۲۳۸ اور ”حاشیہ تبیین“ العلامة احمد الشبلی، مطبوعہ مصر، جلد اول، صفحہ ۱۳۵ میں ہے

من فضل علیاً علی الثلاثۃ فمبتدع الخ

یعنی جو شخص مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے۔

”مجمع الانھر شرح ملتقى البحر“ مطبوعہ قسطنطنیہ، جلد اول، صفحہ ۱۰۵ میں ہے

الرافضی ان فضل علیاً فهو مبتدع

یعنی رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بد مذہب ہے۔

(۹) مولانا امجد علی خان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”بہار شریعت“ (۱) حصہ اول میں فرماتے ہیں کہ بعد انبیاء و مرسلین تمام مخلوقات الہی جن و انس و ملک افضل صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل بتائے وہ گمراہ بد مذہب ہے۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

جولائی ۱۹۹۵ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) الفقہ الاکبر مع شرحہ لملا علی القاری صفحہ ۶۳، ۶۲، ۶۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی

(۲) غنیۃ الطالبین، المجلد (۲)، باب العقائد والفرق الاسلامیہ، فصل فی الفضل الامۃ المحدثیہ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

(۳) ردالرفضہ، صفحہ ۳-۶، مطبوعہ جمعیت اشاعت اہلسنت، نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لاؤڈ اسپیکر پر اقتداء عند الشرع درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے اگر اجتماع کثیر ہو تو اقتداء کی جاسکتی ہے۔ زید کا قول بنی بر صواب ہے یا نہیں؟ (محمد یوسف القادری الرضوی)

جواب

لاؤڈ اسپیکر کے متعلق اکابرین محققین اہلسنت و جماعت کا فتویٰ یہی ہے کہ اسے کسی بھی نماز میں نہیں لگانا چاہیے۔ اب چاہے اجتماع کثیر ہو یا قلیل کیوں کہ یہ **تلقن من الخارج** ہے (یعنی غیر شے نماز میں داخل ہوتی ہے) اور غیر شے نماز میں داخل ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ یہ منشاء الہی کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافُتُمْ أَنْ تَبْغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا ﴿۱۱۰﴾ (پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰)

اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ چاہو۔

اس کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی (متوفی ۱۳۹۱ھ) فرماتے ہیں لہذا لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانی (پڑھنی) منع ہے کیوں کہ اس میں ضرورت سے زیادہ اونچی آواز نکلتی ہے جو کہ نماز میں ممنوع ہے۔ (۱)

البتہ نماز میں اگر تکبیرات انتقالیہ خود امام سے سُن رہے ہیں تو نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ ایسی صورت میں علیحدہ نماز پڑھیں جو نماز علیحدہ پڑھیں گے وہی قبول ہوگی اور بس، یہی ہمارے اکابر علمائے اہلسنت کا متفقہ فتویٰ ہے۔ (۲)

(۱) بہار شریعت، ج اول، ص ۳۸، باب امامت کا بیان، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور۔

(۲) نور العرفان، حاشیہ آیت مذکورہ، ص ۴۶، مطبوعہ پیر بھائی کمپنی، لاہور۔

(۱) قول فیصل، مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی، مطبوعہ: انجمن انوار القادریہ، کراچی۔

(۲) القول الازھر فی الاقتداء بلاؤڈ اسپیکر، علامہ حشمت علی رضوی لکھنؤی، مطبوعہ: انجمن انوار القادریہ، کراچی۔

(۳) صیانة الصلوات عن حیل البدعات، مفتی برہان الحق جبل پوری، مطبوعہ: انجمن انوار القادریہ، کراچی۔

(۴) لاؤڈ اسپیکر پر نماز؟ مع تحقیقات اکابر اہلسنت، علامہ حسن علی رضوی مدظلہ، مطبوعہ: مسلم کتابوی، لاہور۔

(۵) القول المقبول فی عظمتہ قول اللہ والرسول، مفتی محمد صاحب دودخان، مطبوعہ: مسلم کتابوی، لاہور۔

(۶) قرآنی نماز بمقابلہ مانیکو فونی نماز، سید آل رسول حسنین میاں برکاتی، مطبوعہ: برکاتی پبلشرز، کراچی۔

(۷) نماز اور لاؤڈ اسپیکر، مفتی محمد محبوب رضا خان قادری بریلوی، مطبوعہ: برکاتی پبلشرز، کراچی۔

مذکورہ کتب میں قرآن و احادیث اور اکابر علماء اہلسنت سے مسئلہ کو ممبر بن اور مدلل فرمایا گیا ہے اور جملہ اعتراضات کے نہایت فاضلانہ و محققانہ جوابات دیئے گئے ہیں مگر باوجود اس کے کچھ حضرات جو از کے قائل ہیں اور قائلین جو از اپنی بات منوانے کے لئے اہلسنت و جماعت کے مقتدر مفتیان عظام کے نام پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک نام حضرت مفتی نظام الدین رضوی صاحب مدظلہ العالی کا ہے تو گزارش ہے کہ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ مطابق ۲ ستمبر ۲۰۰۴ء، بروز جمعرات کو ”بریلی شریف انڈیا“ میں ایک فقہی سیمینار منعقد ہوا۔ جس کی سرپرستی حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری (متعنا اللہ بطول حیاتہ) اور حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ نے فرمائی۔ یہ فقہی سیمینار چار عنوان (نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، اجارہ ترواح، سفر میں جمع بین الصلاتین، طلاق مغلفہ) پر مشتمل تھا۔

مذکورہ عنوان پر طویل غور و فکر اور بحث و تحقیق کے بعد ”شرعی کونسل“ کے فیصل بورڈ نے باتفاق رائے تین عنوان پر شرعی فیصلہ صادر فرمایا اور سفر میں جمع بین الصلاتین پر مزید غور و فکر کے لئے اگلے سیمینار تک ملتوی کر دیا۔

شرکاء و مدوبین سیمینار کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

صدارت

حضرت صدر العلماء علامہ محمد تحسین رضا صاحب شیخ الحدیث جامعہ نوریہ بریلی شریف۔

نظامت

حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب مضطر، جامعہ حضرت بلال بنگلور

شرکاء مندوبین

☆ حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی صاحب، بانی جامعہ امجدیہ، گھوسی

☆ حضرت علامہ عاشق الرحمن صاحب، جامعہ حبیبہ، الہ آباد

☆ حضرت علامہ مفتی قاضی محمد عبد الرحیم صاحب بستوی، بریلی شریف

☆ حضرت علامہ خواجہ محمد مظفر حسین شاہ صاحب، (چرہ) فیصل آباد

☆ حضرت مفتی محمد ایوب صاحب نعیمی، جامعہ نعیمیہ، مراد آباد

☆ حضرت مفتی محمد شبیر حسن صاحب رضوی، بانسی پورینہ، بہار

☆ حضرت مفتی محمد اختر حسین صاحب رضوی، دارالعلوم علییہ، جد اشاہی

☆ حضرت مفتی قدرت اللہ صاحب رضوی، تنویر الاسلام، امرڈوبھا

- ☆ حضرت مفتی محمد ابرار صاحب امجدی، ارشد العلوم، اوجھانچ
- ☆ حضرت مفتی محمد ناظم علی صاحب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
- ☆ حضرت مفتی محمد معراج القادری صاحب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
- ☆ حضرت مفتی جمال مصطفیٰ صاحب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
- ☆ حضرت مفتی محمد نفیس عالم صاحب، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور
- ☆ حضرت مفتی قاضی فضل احمد صاحب، ضیاء العلوم، بنارس
- ☆ حضرت مفتی رحمۃ اللہ صاحب، ضیاء العلوم، بھدوہی
- ☆ حضرت مفتی آل مصطفیٰ صاحب، جامعہ امجدیہ، گھوسی
- ☆ حضرت مفتی ابوالحسن صاحب، جامعہ امجدیہ، گھوسی
- ☆ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی محمد ناظم علی صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی محمد حبیب رضا صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف
- ☆ حضرت محمد یونس رضا صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی نشتر فاروقی صاحب، مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی محمد شعیب رضا صاحب، اسلامی مرکز، دہلی
- ☆ حضرت مفتی قاضی شہید عالم صاحب، جامعہ نوریہ، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی محمد حنیف رضوی صاحب، جامعہ نوریہ، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی عزیز الرحمن رضوی صاحب، جامعہ نوریہ، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی محمد صغیر اختر صاحب، جامعہ نوریہ، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن نظامی صاحب، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی محمد جمیل احمد صاحب، بریلی شریف
- ☆ حضرت مفتی محمد بہار المصطفیٰ صاحب، منظر الاسلام، بریلی شریف
- ☆ حضرت مولانا محمد علی جناح حبیبی صاحب، اڑیسہ
- ☆ حضرت مولانا محمد عبدالوحید رضوی صاحب، بریلی شریف۔
- ☆ حضرت مولانا محمد مبشر رضا صاحب، بہار شریف
- ☆ حضرت مولانا محمد شکیل احمد صاحب، بریلی شریف

اس سیمینار میں مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب نے بھی اپنا مقالہ پیش فرمایا اور ”شرعی کونسل“ کے فیصل بورڈ کے فیصلہ سے اتفاق فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب کے حوالہ سے اگر پہلے کوئی فتویٰ یا تصدیق موجود ہو تو اب اُسے آپ کی رائے قرار دیا جاسکتا ہے نہ کہ موقف، کیوں کہ آپ کا موقف وہی ہے جو متفقہ طور پر اس فقہی سیمینار میں شریک علماء و مشائخ کا موقف ہے نیز ان فیصلوں پر جملہ مندوبین کے دستخط بھی ہیں۔ چنانچہ لاؤڈ اسپیکر کے متعلق جو متفقہ فیصلہ سیمینار میں صادر ہوا، وہ ذیل ہے۔

(۱) لاؤڈ اسپیکر کی آواز متکلم کی عین آواز نہیں ہے۔ اس لئے محض لاؤڈ اسپیکر سے مسموع (سُنی گئی) آواز پر اقتداء ہم احناف اہلسنت و جماعت کے نزدیک مبنی بر صواب نہیں ہے۔ بالفرض یہ آواز ماہیت کے اعتبار سے متکلم کی آواز بھی ہو تو بھی حکماً یہ اصل آواز نہیں لہذا اب بھی محض اس آواز پر اقتداء درست نہیں ہوگی۔

(۲) جہاں کہیں نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر لوگ جبر کریں وہاں مکبرین کا بھی انتظام کیا جائے اور مقتدیوں کو مسئلہ کی صورت سے آگاہ کرتے ہوئے ہدایت کی جائے کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتداء نہ کر کے مکبرین کی آواز پر اقتداء کریں۔

(۳) اسی طرح مکبرین کو بھی ہدایت کی جائے کہ وہ بھی لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتداء نہ کریں۔

(۴) کہیں مکبر مقرر کرنے کی بھی صورت نہ بنے تو امام مسئلہ بتادے وہ اس بناء پر امامت سے مستعفی نہ ہو۔

فقط عندی هذا الجواب والله تعالى ورسوله الاعلى اعلم بالصواب

حرره الفقير القادري ابو الصالح محمد فيض احمد اوسي رضوي غفر له

فروری ۲۰۱۷ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ کتابوں کے اسماء کے ساتھ ”درو و سلام“ کا لکھنا کیسا ہے؟ جیسا کہ اکثر کتابوں کے اسماء کے ساتھ درو و سلام لکھا ہوتا ہے مثلاً ”مقام رسول ﷺ“ ”اختیارات مصطفیٰ ﷺ“ ”معراج النبی ﷺ“ وغیرہ ہم۔ لہذا تفصیل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟ (محمد امین فضلوی چشتی۔ خانیوال)

جواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد! بہت سے ایسے امور ہوتے ہیں جو ہمہ گیر بن جاتے ہیں اور لاشعوری کی وجہ سے عادت بن جاتے ہیں مجملہ ان کے کتابوں اور رسالوں کے نام رکھنا ہے کہ کسی کتاب یا رسالہ کے نام میں حضور ﷺ کا اسم گرامی ہے تو اس کتاب و رسالہ والے اسم رسول ﷺ کے بعد (۱) لکھ دیتے ہیں مثلاً کسی کتاب یا رسالہ کا نام ”میلاد النبی“، ”نماز رسول“، ”حب النبی“، ”خاتم النبیین“ وغیرہ ان اسماء میں (۱) اور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور بعض جہلاء تو ”صلعم“ ”صہ“

”ع“ وغیرہ لکھ دیتے ہیں یہ مبنی بر خطا ہے اس سے احتراز چاہیے۔ بعض تو اتنے غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اُلٹا نہ لکھنے والے کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ فقیر کا ایک رسالہ ہے ”علم یعقوب“ اس پر انتباہاً ایک صاحب نے فقیر کو زور آور خط لکھا کہ آپ کے مکتبہ اُویسیہ کے کارکنوں کو بارہا کہا ہے کہ علم یعقوب میں، یعقوب (علیہ السلام) کیوں نہیں لکھا جا رہا ہے؟ جب کہ یعقوب علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ فقیر نے جواب بھجوایا کہ اس وقت یہ رسالہ کا نام ہے یعقوب علیہ السلام کی ذات مراد نہیں، واللہ اعلم، وہ اس سے مطمئن ہوئے یا نہیں۔ لیکن بعد کو ان کا کوئی خط نہیں آیا۔ بعض تو ایسے واقع ہوئے ہیں کہ اس مسئلہ پر انتباہ کے بعد لڑائی جھگڑا پر تُل جاتے ہیں اور اپنے طور زور دار باتوں سے ہمیں شکست دینے کی فکر میں رہتے ہیں اور اپنے حلقہ احباب میں اُلٹا ہمیں بے ادب گردانتے ہیں کہ یہ بے ادب ہے کہ حضور ﷺ و دیگر انبیاء علیہم السلام پر ”صلوٰۃ والسلام“ لکھنا گوارہ نہیں کرتے۔ (ولا حول ولا قوۃ اللہ باللہ العلی العظیم)

اصل موقف

کوئی کلمہ جب کسی نام یا اُس کا جز بن جائے تو وہ کلمہ اپنے معنی میں مراد نہ ہو گا بلکہ مسمیٰ (اُس نام والا شخص) مراد ہو گا اگرچہ وہ اسم، مسمیٰ کے عین مطابق ہو مثلاً کسی کا نام ”عبداللہ“ ہے تو واقعی مسمیٰ عبد ہے اپنے رب کا اب اس اسم ”عبداللہ“ کے بعد ”جل جلالہ“ لکھنا جہالت ہے۔ یوں ہی ایک شخص رسول اکرم ﷺ کا سچا غلام ہے اُس کا نام ”غلام رسول“ ہے اب یہاں غلام رسول میں (۱) لکھنا بے وقوفی ہے۔ یوں ہی سمجھ لیں، فیض احمد، فیض محمد، فیض رسول، منظور احمد، مسعود احمد، سعید احمد، نذیر احمد، بشیر احمد۔ ان اسماء کے بعد اب کتاب کے نام دہرایئے۔ خاتم النبیین ﷺ، مقام رسول ﷺ، عظمت رسول ﷺ، اختیار رسول ﷺ، میلاد رسول ﷺ، معراج النبی ﷺ، حمایت النبی ﷺ، نظام مصطفیٰ ﷺ، شان رسول ﷺ، عظمت نام مصطفیٰ ﷺ، صلوٰۃ الرسول ﷺ۔ اس طرح کے اسماء کتب و رسائل پر (۱) لکھنا، پڑھنا جہالت ہے اگر اب سے پہلے یہ سب لاشعوری میں ہوا تو لا باس بہ آئندہ احتیاط کریں۔

فقط عندی ہذا الجواب واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

فروری ۲۰۰۱ء / سیرانی مسجد بہاول پور پاکستان

(۱) امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الھمام (متوفی ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں ”بعض حفاظ حدیث نے فرمایا رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ اور نہ ہی ضعیف سند سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت فرمایا ہو میں فلاں نماز پڑھتا ہوں اور نہ ہی کسی صحابی اور نہ ہی کسی تابعی سے منقول ہے بلکہ منقول تو یہ ہے کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو فرماتے ”اللہ اکبر“ اور یہ (یعنی زبان سے نیت کرنا) بدعت ہے۔

فتح القدیر، المجلد (۱) کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة الخ، تحت قوله اما الذکر باللسان الخ، صفحہ ۲۷۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، الطبعة الاولى ۱۳۱۵ھ - ۱۹۹۵ء